یا اللہ مدد

اصلی کلمۂ اسلام: لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

حق چار یار





مجلہ صفدر

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر نور اللہ مرقدہ

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین نور اللہ مرقدہ

113 - 114

جولائی، اگست 2020 —— ذوالقعدہ، ذوالحجہ ۱۴۴۱ھ

متعدد احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ امت مسلمہ ۷۳ فرقوں میں بٹے گی جس میں ایک جماعت خالص اہل حق کی ہوگی اور باقی جماعتیں اپنی اعتقادی خرابی کی وجہ سے جہنم میں جائیں گی، حضرات صحابہ کرامؓ کے استفسار پر آپ ﷺ نے اس نجات پانے والے اہل حق کی جماعت کا یہ تعارف کروایا کہ: ما انا علیہ واصحابی ..یعنی جو جماعت میرے اور میرے صحابہ کے راستے پر ہوگی وہ اہل حق کی جماعت ہوگی اور وہی نجات پائے گی ..حضور ﷺ کے اس تعارف کو بعد میں اہل السنۃ والجماعۃ سے تعبیر کیا گیا۔اس میں جماعت سے حضرات صحابہ کرامؓ کی جماعت مراد ہے،لہٰذا اہل السنۃ والجماعۃ کا مطلب یہ ہوا کہ وہ لوگ جو حضور نبی اکرم ﷺ اور حضرات صحابہ کرام کی سنت اور طریقہ کار کو اپنائے رکھتے ہیں اور اپنی زندگی میں اسی پر کاربند رہتے ہیں۔اب اگر کوئی شخص سنت ہی کو کوئی اہمیت نہیں دیتا اس کو دین کے ماخذ و حجت کے طور پر تسلیم نہیں کرتا وہ اس نجات دہندہ جماعت کا فرد شمار نہیں کیا جاسکتا، اسی طرح اگر کسی کے ہاں حضرات صحابہ کرام کی جماعت کی کوئی قدر ومنزلت نہ ہو تو وہ بھی کسی طرح اہل السنۃ والجماعۃ میں سے تصور نہیں کیا جاسکتا۔[اہل السنۃ والجماعۃ: ۵۱]

مظہریہ دار المطالعہ جہان

0312 4612774 0334-4612774
khadim.khan4@yahoo.com

ترتیب

۱	سندھ اسمبلی: دو متضاد قراردادوں کی منظوری........	ادا ریہ...........	3
۲	پنجاب اسمبلی: گستاخانہ کتب پر پابندی اور ترمیمی بل	ادا ریہ...........	5
۳	پنجاب: یونیورسٹیوں میں تعلیم قرآن لازمی قرار....	ادا ریہ...........	7
۴	نادرا فارم: خانۂ مذہب کے خاتمے کا امریکی مطالبہ..	ادا ریہ...........	7
۵	نظام ونصاب مدارس: اے ایف ٹی ایف کا دباؤ!...	ادا ریہ...........	8
۶	بجٹ: مدارس اصلاحات کے لیے پانچ ارب........	ادا ریہ...........	8
۷	قادیانی: اقلیتی کمیشن کا رُکن بنانے کی پٹیشن مسترد..	ادا ریہ...........	9
۸	حکومتی پابندی خاطر میں لانے کی ضرورت نہیں!...	ادا ریہ...........	11
۹	کرونا: قربانی پر پابندی قبول نہیں...........	ادا ریہ...........	12
۱۰	فن مناظرہ اور مولانا طارق جمیل...........	ادا ریہ...........	12
۱۱	مجلّہ ''صفدر'' کی اشاعت خاص...........	ادا ریہ...........	13
۱۲	علماء ومشائخ کی رحلت: خاندان شیخین کو صدمہ.....	حمزہ احسانی...........	15
۱۳	حضرت مولانا مفتی سعید احمد پالن پوری رحمہ اللہ....	حمزہ احسانی...........	16
۱۴	مولانا مفتی محمد نعیمؒ/حافظ صغیر احمدؒ و مولانا ہزارویؒ...	حمزہ احسانی...........	17
۱۵	خواتین سے متعلق عید اور قربانی کے احکام...........	مولانا مفتی راشد ڈسکوی.....	21
۱۶	مناظرہ! خدمتِ دین کا اہم شعبہ...........	مولانا اسماعیل ریحان......	28
۱۷	مقام صفدر (مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ).........	اکابر علمائے اہل سنت دیوبند	41
۱۸	مولانا طارق جمیل! کس راستے پر چل پڑے!؟.....	مولانا خیر الامین...........	45
۱۹	اہل السنۃ والجماعۃ سے متعلق چند ضروری توضیحات..	مولانا مفتی عبید الرحمٰن......	51
۲۰	غامدی صاحب کے مزعومہ اجتہادات پر ایک نظر...	مولانا مجیب الرحمٰن...........	60
۲۱	کتاب ''ذکر اللہ کے حلقے'' کا تحقیقی جائزہ........	مولانا خادم حسین بدر........	72
۲۲	علی زئی جواب پر ایک نظر!...........	مولانا مفتی رب نواز........	77
۲۳	مولانا نیاز اوکاڑوی کی چند مفید کتب کا تعارف.....!	ابوعبداللہ...........	92
۲۴	وفیات...........	ادارہ...........	97
۲۵	اعلان اشاعت خاص...........	بیاد علامہ ڈاکٹر خالد محمودؒ......	99

پیام صفدر　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　مدیر کے قلم سے

کہنے کی ہیں ہزار، میں کیا کیا بیاں کروں؟

(۱)......سندھ اسمبلی میں دو متضاد قراردادوں کی منظوری:

چند روز قبل ۲۳/شوال ۱۴۴۱ھ بمطابق ۱۵/جون ۲۰۲۰ء بروز پیر سندھ اسمبلی میں رکن اسمبلی محمد حسین خان نے درج ذیل قرارداد پیش کی، جو اتفاق رائے سے منظور ہوئی:

''اِس ایوان کی رائے یہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت و ناموس پر ہم سب مسلمان قربان ہونے کے لیے ہمہ وقت تیار ہیں۔

میں اِس معزز ایوان میں درجِ ذیل قرارداد پیش کرتا ہوں کہ بطورِ مسلمان ہمارا یہ ایمان ہے کہ ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم، خاتم النبیین، امام الرسلین، امام الانبیاء، رحمۃ للعالمین، نبی اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔ان کے بعد اب کوئی بھی نبی، رسول یا پیغمبر کسی بھی صورت میں دنیا میں نہیں آئیں گے۔اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کے دروازے بند کر دیئے ہیں۔لہٰذا صوبہ سندھ میں اِس بات کو یقینی بنایا جائے کہ جب بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک اور مقدس نام مبارک آئے تو اس کے ساتھ ''خاتم النبیین'' ضروری طور پر لکھا اور پڑھا جائے۔

یہ ایوان مطالبہ کرتا ہے کہ ابلاغ کے تمام ذرائع جیسا کہ کتابوں، اخباروں، جرائد، رسائل، درسی کتابوں، ٹیلی ویژن، ریڈیو، تمام سرکاری خط و کتابت، انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا پر جب بھی آنحضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک آئے تو اس کے ساتھ خاتم النبیین ضروری طور پر لکھا اور پڑھا جائے۔''

[روزنامہ اسلام، اتوار، ۲۱/جون ۲۰۲۰ء، ادارتی صفحہ]

(قرارداد میں ''کوئی بھی نبی کسی بھی صورت میں دنیا میں نہیں آئیں گے۔'' کے الفاظ موجود ہیں، جن میں سیدنا عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا استثنیٰ لازمی ہونا چاہیے۔ورنہ شکوک وشبہات جنم لیں گے۔)

اِس قرارداد کی منظوری پر ''وفاق المدارس العربیہ پاکستان'' اور دیگر طبقات، تنظیمات اور مختلف افراد نے سندھ اسمبلی کو مبارک باد اور خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے اس اِقدام کو خوب سراہا۔لیکن اُسی سندھ اسمبلی میں وزیر اطلاعات سندھ ناصر شاہ نامی بدبخت نے ایک قرارداد پیش کی، جو بالاتفاق منظور کی گئی، اُس قرارداد میں درج ذیل کلمات بھی شامل ہیں۔

''جنت کی خواتین کی سردار، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لختِ جگر، شیر خدا کی اہلیہ، جنت کے نوجوانان کے سردار حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی والدہ ہیں، جنھیں ام

الانبیاء یعنی انبیاء کی ماں کہلانے کا لقب حاصل ہے۔‘‘[۱]

اِس قرارداد میں اہل سنت کی آنکھوں کی ٹھنڈک، خاتون جنت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو انبیاء کی والدہ قرار دیا گیا ہے۔ گویا وہ انبیاء کے لیے ماں کا درجہ رکھتی ہیں اور اُن کی اولاد بھی مرتبہ نبوت پر فائز ہے۔ اس حوالے سے برادرم مولانا محمد رشیدی نے درج نکات کی طرف توجہ دلائی ہے:

’’۱۔ یہ سبقتِ لسانی یا زبانی بات نہیں، سوچی سمجھی سازش کے تحت اسے قرارد کا حصہ بنایا گیا ہے۔

۲۔ سندھ گورنمنٹ کے قانون میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ’ام الانبیاء‘‘ قرار دیدیا گیا ہے۔

۳۔ یہ تمام انبیاء کی گستاخی ہے، جس میں اِس قرارداد کی تائید کرنے والے بھی شامل ہیں۔

۴۔ شیعہ کے عقیدہ امامت کے پس منظر میں کہی گئی یہ بات ختم نبوت کے انکار کے مترادف ہے۔‘‘

ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ ایک طرف عقیدہ ختم نبوت سے ایسی وابستگی کا اظہار کہ ہر مقام پر نام مبارک کے ساتھ ’’خاتم النبیین‘‘ کا لفظ پڑھنا اور لکھنا لازمی قرار دیا گیا۔ اور دوسری طرف عقیدہ ختم نبوت سے ایسی بغاوت اور انبیاء کی ایسی توہین کہ جس سے عقیدہ ختم نبوت کے پرخچے تک اُڑ جائیں۔ اِس تضاد بیانی اور دھوکہ بازی کو مکاری وعیاری کے سوا کیا نام دیا جائے؟

روافض کا اصل دھوکہ اور فریب یہی ہے کہ ختم نبوت اور خاتم النبیین کے لفظ کو تسلیم کر کے نبوت کے معنی ومفہوم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی جاری قرار دیتے ہیں۔ اور ظاہر بات ہے کہ عقیدہ ختم نبوت کوئی لفظوں کا کھیل تو نہیں کہ معنی ومفہوم سے آنکھیں بند کر کے صرف لفظوں کی روک ٹوک پر توجہ دی جائے۔

حیرت تو اہل سنت سے وابستگی رکھنے والے اُن حضرات پر ہے جو عمران خان کی جانب سے کی جانے والی کسی بھی گستاخی پر فوراً اور شدید ردِعمل ظاہر کرتے ہیں (اور ضرور کرنا چاہیے۔) لیکن کسی اور کی طرف سے کی جانے والی گستاخی شاید اُن کے نزدیک گستاخی ہی شمار نہیں ہوتی۔ جب علماء اور سرکردہ مذہبی سیاسی راہ نماؤں کا یہ عالم ہے تو عوام الناس اور عام کارکنوں کی کیا تربیت ہوگی؟

خاتم النبیین کا لفظ صرف لکھنا/بولنا کافی نہیں، عملاً تسلیم کرنا بھی ضروری ہے:

سندھ اسمبلی کے بعد قومی اور آزاد کشمیر اسمبلی سے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی کے

---

[۱] شیعہ حضرات، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ’’ام الانبیاء‘‘ لکھنے والی بات، ان کے لقب ’’ام ابیہا‘‘ سے جوڑ رہے ہیں۔ حالانکہ اِس لقب کا پس منظر یہ ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انتہائی محبت وشفقت کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں ’’ام ابیہا‘‘ کا لقب دیا تھا، یعنی: یہ تو شفقت ونگہداری کے اعتبار سے گویا اپنے والد کی ماں ہے۔ سندھ اسمبلی کی قرارداد میں ذکر کیے گئے لفظ ’’ام الانبیاء‘‘ کا اِس نبوی لقب کے ساتھ کوئی ربط نہیں۔ [احسن]۔۱۲

ساتھ ''**خاتم النبیین**'' کا لفظ لازمی طور پر لکھنے کی قرارداد منظور ہوئی ہے۔ جو انتہائی قابل تبریک و تحسین ہے، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف خاتم النبیین لکھ دینا کافی نہیں، ضرورت اس امر کی ہے کہ ان کو واقعی خاتم النبیین تسلیم کر کے عملاً ان کے دین اور شریعت کو نافذ کیا جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کے ساتھ خاتم النبیین کا لفظ صرف لکھنے/بولنے کی قرارداد منظور کر کے ہمارے حکمران، روزِ قیامت اپنی شرعی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔

(۲)......پنجاب اسمبلی کا ''پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ ترمیمی'' بل:

مؤرخہ ۱۳/شوال المکرّم ۱۴۴۱ھ بمطابق ۵/جون ۲۰۲۰ء بروز جمعہ کو پنجاب اسمبلی اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے سپیکر پنجاب اسمبلی جناب چوہدری پرویز الٰہی نے کہا:

''ہمارے لیے یہ بات کس قدر باعثِ ندامت ہے کہ پاک سرزمین پر ایسی کتابیں موجود ہیں جن میں عقیدہ ختم نبوت، حضرت محمدؐ، امت کی عظیم ماں حضرت عائشہ طیبہ طاہرہؓ، حضرت علی المرتضیٰؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ و اہل بیتؓ عظام کی گستاخی کی گئی ہے۔''

اس کے چار دن بعد ۹/جون کو اس حوالے سے بل منظور کیا گیا۔ ۱۰/جون کی خبریں دیکھیے!

''پیغمبر آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، امہات المؤمنینؓ اور صحابہ کرامؓ کی شان میں گستاخی کو روکنے کے لیے سپیکر پنجاب اسمبلی چوہدری پرویز الٰہی کی کوششوں سے پنجاب اسمبلی کے اجلاس میں متفقہ طور پر اہم قانون منظور کر لیا گیا ہے، جس کے تحت پنجاب ٹیکسٹ بک میں اسلامی مواد کی اشاعت سے قبل متحدہ علماء بورڈ کی منظوری لی جائے گی، اس موقع پر سپیکر پنجاب اسمبلی کا کہنا تھا کہ: بل منظور کر کے شر کے دروازے کو ہمیشہ کے لیے بند کر دیا ہے۔ اَب کوئی مقدس شخصیات کی توہین کی جراءت نہیں کر سکے گا۔ ہم آنے والی نسلوں کو شر سے محفوظ رکھنا چاہتے ہیں، یہ ملک اسلام کے نام پر بنا ہے، ہم یہاں کسی صورت اسلام کی توہین نہیں ہونے دیں گے۔ مسلم لیگ ق کی رکن خدیجہ عمر نے ایوان میں پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ ترمیمی بل ۲۰۲۰ء پیش کیا۔ بل کے مطابق اسلامیات، مطالعہ پاکستان، تاریخ، اردو لٹریچر اور دوسرے مضامین کا اسلامی مواد تدریسی کتابوں میں اس وقت تک شائع نہیں ہوگا جب تک متحدہ علماء بورڈ پنجاب منظوری نہیں دے گا۔'' [روزنامہ اسلام، ۱۸/شوال ۱۴۴۱ھ، ۱۰/جون ۲۰۲۰ء بروز بدھ]

''متحدہ علماء بورڈ سے دینی کتب، مذہبی مواد کی تصدیق لازمی، پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ ترمیمی بل منظور۔ قانون سازی سے شر کا دروازہ بند کر دیا۔ آئندہ نسل شکوک و شبہات سے محفوظ رہے گی۔ سپیکر'' [روزنامہ جنگ، ۱۰/جون ۲۰۲۰ء]

روزنامہ اسلام کے نمائندہ عرفان احمد عمرانی اپنی ''خصوصی رپورٹ'' میں لکھتے ہیں:

''ملک میں ایک عرصہ سے حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت علیؓ اور صحابہ کرامؓ کی شان میں گستاخانہ مواد پر مبنی کتابیں شائع اور فروخت بھی ہو رہی ہیں، جس پر علماء کرام احتجاج کرنے اور کتابوں پر پابندی لگانے کا مطالبہ کرتے رہے ہیں، اب اس مطالبہ کی گونج پنجاب کے ایوان میں بھی سنائی دی، بلکہ متفقہ قرارداد کے ذریعہ گستاخانہ کتابوں کی ضبطی کے احکامات بھی جاری ہوئے۔

اسپیکر پنجاب اسمبلی چوہدری پرویز الٰہی نے ہدایت کی ہے کہ: گستاخانہ مواد پر مشتمل خاص طور پر تین کتابیں:

The First Muslim **After The Prophet**
Short History Of Islam

جن میں ہمارے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم اور امت کی عظیم ماں حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہؓ، جن کی پاکیزگی کی گواہی اللہ تعالیٰ نے قرآن میں دی ہے، حضرت سیدنا عثمان غنیؓ اور حضرت علیؓ کے بارے میں جو گستاخانہ الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے، فوری پابندی لگائی جائے۔ مارکیٹ سے اُٹھا کر ضبط کیا جائے اور کاروائی کر کے رپورٹ رواں اجلاس میں ہی پیش کی جائے۔'' [روزنامہ اسلام، ۱۰/جون، صفحہ میگزین]

اس کے دو روز بعد ۱۲/جون کو جناب چوہدری پرویز الٰہی نے درج ذیل بیان جاری کیا:

''گستاخانہ مواد والی کتب پر پابندی لگانا ضروری تھا، پرویز الٰہی۔ رسول اللہ اور تمام صحابہ پر ہماری جانیں بھی قربان ہیں۔ گستاخانہ مواد والی کتابوں کو ضبط کرنے کا نوٹیفکیشن بھی جاری کر دیا۔

سپیکر پنجاب اسمبلی چوہدری پرویز الٰہی نے کہا ہے کہ: گستاخانہ مواد والی کتابوں کی اشاعت و فروخت پر پابندی لگانا بہت ضروری تھا۔ رحمۃ للعالمین، خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، امہات المؤمنینؓ، خلفائے راشدینؓ، اہل بیت اطہارؓ اور تمام اصحابِ رسولؐ کے ناموس پر ہماری جانیں بھی قربان ہیں۔ آئندہ اسلامی و تاریخی حقائق کی غلط انداز میں اشاعت کا راستہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا۔ پنجاب اسمبلی کی سپیشل کمیٹی کی سفارش پر ہوم ڈیپارٹمنٹ نے تینوں کتابوں پر مکمل پابندی عائد کر دی ہے۔ اور فوری طور پر ان کی اشاعت بند کرنے، مارکیٹ میں موجود ان کتابوں اور دیگر مواد کو فوری طور پر ضبط کرنے کے احکامات کا نوٹیفکیشن بھی جاری کر دیا ہے۔'' [روزنامہ اسلام: ۸، ۲۱/شوال، ۱۳/جون، ہفتہ]

اِس سے قبل بھی جناب چوہدری پرویز الٰہی صاحب مختلف مواقع پر دین اور اہل دین کے خلاف ہونے والی سازشوں کے سامنے سینہ سپر ہوتے رہے ہیں، چنانچہ جب زلفی بخاری جیسے دین و ملک دشمن کی ایرانی باڈر کے حوالے سے کی گئی کارستانیوں پر پردہ ڈالنے کے لیے ہر طرف سے تبلیغی جماعت کو نشانہ بنایا جانے لگا تو چوہدری پرویز الٰہی ہی تھے جنھوں نے ببانگ دھل بیان دیا کہ: ''تبلیغی جماعت کو لاوارث نہ سمجھا جائے اور اُن کے ساتھ ظلم و زیادتی کو بند کیا جائے۔'' اسی طرح یہ خبر بھی نظر سے گزری: ''پرویز الٰہی کی کوششوں سے رائے ونڈ مرکز میں اعمال کی بحالی''۔

ہم ناموس رسالت اور ناموس صحابہ کرام کے حوالے سے بل منظور کرانے، گستاخانہ کتب پر پابندی لگوانے اور آئندہ کے لیے سد باب کرنے پر چوہدری پرویز الٰہی کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں ؎

چوہدری بن چوہدری پرویز الٰہی کو سلام
مصطفیٰ کے جاں نثاروں کے سپاہی کو سلام
رافضیت، خارجیت کو جلا کر رکھ دیا
رہبری کے صدقے اطہرؔ راہ نمائی کو سلام

[شاعر اسلام مطیع الرحمٰن اطہر ہاشمی]

(۳)......پنجاب کی یونیورسٹیوں میں تعلیم قرآن لازمی قرار دے دی گئی:

’’پنجاب میں قرآن ترجمہ کے ساتھ پڑھے بغیر ڈگری نہیں ملے گی۔نوٹیفکیشن جاری۔جامعات میں ترجمہ قرآن لازمی قرار، نصاب اسلامیات کے مضمون کے علاوہ پڑھایا جائے گا۔قرآن پاک کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر ہی دنیا اور آخرت سنواری جاسکتی ہے۔(گورنر پنجاب) چوہدری سرور۔پنجاب کی جامعات میں قرآن مجید ترجمہ کے ساتھ پڑھے بغیر ڈگری جاری نہیں ہوگی۔‘‘[اسلام،۲۳رشوال،۱۵رجون]

گورنر پنجاب جناب چوہدری سرور کے جاری کردہ بیان کے مطابق صوبہ پنجاب کی یونیورسٹیوں میں ترجمہ قرآن کی تعلیم کو لازمی قرار دیدیا گیا، اس کے بغیر ڈگری جاری نہیں ہوسکے گی۔ چوہدری سرور صاحب اِس پر مبارک باد کے مستحق ہیں۔اللہ کرے اِس نوٹیفکیشن پر صحیح معنوں میں عمل درآمد ہو اور قرآن پاک کا درست ترجمہ اور صحیح تشریح ہمارے ملک کا ہر فرد پڑھے، سمجھے، سیکھے اور اس کے مطابق عملی زندگی کو ڈھالے، آمین۔اور حکومت سے ہمارا مطالبہ ہے کہ صرف اِسی قدر پر اکتفا نہ کیا جائے، بلکہ ہر بچے کے لیے بنیادی دینی تعلیم کو ضروری قرار دے کر معتبر و مستند علماء کرام کی نگرانی میں اسلامی عقائد، اعمال اور اخلاق کی تعلیم دلوائی جائے، تاکہ ایک مسلمان ہونے کے ناطے ضروری دینی معلومات سے ہر پاکستانی آشنا ہوسکے۔

(۴)......شناختی کارڈ فارم سے مذہب کا خانہ ختم کرنے کا امریکی مطالبہ:

ملکی اخبارات کی جاری کردہ خبروں کے مطابق امریکہ بہادر نے اپنی دیرینہ تمنا کا اظہار کرتے ہوئے ایک بار پھر حکومت پاکستان سے شناختی کارڈ فارم سے مذہب کا خانہ ختم کرنے کا مطالبہ کیا، جسے اسلام و پاکستان دوست تمام طبقات نے یکسر مسترد کردیا ہے۔روزنامہ اسلام ہفتہ ۲۸رشوال کی خبر ملاحظہ ہو!

’’امریکہ مذہبی معاملات میں مداخلت سے باز رَہے، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت۔ناموس رسالت کے قوانین کے مکمل خاتمے یا نظر ثانی اور نادرا فارم سے مذہب کا خانہ ختم کرنے کا امریکی مطالبہ قبول نہیں۔

امریکی کمیشن کے اس طرح کے بیانات آئین پاکستان کی توہین ہے۔......اس طرح کے بیانات پاکستان کے داخلی معاملات میں کھلم کھلا مداخلت اور آئین پاکستان کی توہین ہے، جسے کسی صورت برداشت نہیں کیا جائے گا۔.قادیانی آئین پاکستان کو تسلیم ہی نہیں کرتے، وہ ہمارے آئین کے باغی ہیں۔....قادیانیوں کی امریکی سرپرستی سے واضح ہورہا ہے کہ قادیانیت جو انگریز کا خود کاشتہ پودا ہے، آج بھی امریکہ اسے اپنی بھرپور سرپرستی میں پھلنے پھولنے کا موقع فراہم کررہا ہے۔اس سے امت مسلمہ کو ان کے عزائم کا اندازہ لگالینا چاہیے۔“

قابل توجہ بات یہ ہے کہ:۱۔اس خبر کے لگ بھگ ہی ایک اور خبر بھی نظر سے گزری جس کا مفہوم یہ تھا کہ:”عالمی برادری پاکستان کو اتنے ارب ڈالر قرضہ دینے کے لیے تیار۔“

مدارس کے نصاب کے حوالے سے اے ایف ٹی ایف کا دباؤ!

۲۔اِس سے قبل بھی اے ایف ٹی ایف کی طرف سے پاکستان کو”گرے لسٹ“ میں شامل کیا گیا، اور بلیک لسٹ کرنے کی دھمکیاں دی جاتی رہیں، گرے لسٹ سے نکالے جانے کے لیے جو شرائط پیش کی گئیں، اُن میں ”مدارس کا نصاب و نظام حکومتی تحویل میں لینے“ کی شرط بھی ہر مرتبہ شامل رہی۔

بجٹ: مدارس اصلاحات کے نام پر پانچ ارب روپے کی خطیر رقم کا اجرا:

۳۔آج کل ریاستی اِداروں کی سربراہی میں ایک ”مشترکہ تعلیمی نصاب“ تشکیل دیا جارہا ہے، جس کے بارے میں سرکاری عزائم یہ ہیں کہ اسے مدارس پر بھی مسلط کیا جائے گا۔اسی پس منظر میں پاکستان کے تازہ بجٹ میں پانچ ارب روپے کی خطیر رقم ”مدارس اصلاحات“ کے نام سے مختص کی گئی ہے، جسے وفاق المدارس اور مذہبی حلقوں نے مسترد کردیا ہے۔۲۱/شوال،۱۳/جون بروز ہفتہ کی خبر ملاحظہ ہو:

”وفاق المدارس: مدارس اصلاحات کے لیے مختص ۵/ارب کی رقم مسترد۔ بجٹ میں خطیر رقم مختص کرنا حیران کن، مدارس کسی قسم کا حکومتی فنڈ قبول نہیں کریں گے۔مولانا عبدالرزاق اسکندر۔مدارس کے بجلی گیس کے بل معاف کیے گئے نہ ہی ریلیف فنڈ میں کوئی حصہ رکھا گیا۔“[روزنامہ اسلام]

۴۔کشمیر کی آئینی حیثیت کے حوالے سے انڈیا کے اقدام سے پہلے عالمی طاقتوں کے دباؤ پر پاکستان کی تمام جہادی تنظیموں کے گرد گھیرا مزید تنگ کیا گیا، محبّ وطن لوگوں کو ماورائے عدالت قتل کیا گیا، پھر اُدھر انڈیا نے کشمیر پر کرفیو لگا کر آئینی حیثیت میں تبدیلی کی، اِدھر عالمی معاشی طاقتوں کا نمائندہ وفد پاکستان میں داخل ہوگیا کہ کسی بھی صورت میں مجاہدین کے ساتھ کوئی نرمی نہ برتی جائے نہ ہی کوئی جوابی اقدام کیا جائے۔

عالمی طاقتیں بہرصورت پاکستان کی تباہی و بربادی چاہتی ہیں، اور اِس کا واحد راستہ انھیں

پاکستان سے مذہب اور دین کے خاتمے کا سجھائی دیتا ہے۔ یا تو دین اسلام یہاں سے ختم ہو جائے یا پھر اس کا حلیہ اتنا بگڑ جائے کہ وہ امریکہ کا پسندیدہ دین یعنی ''دین غامدی'' بن جائے۔ اِس مقصد کے لیے دنیائے کفر مختلف حربے اختیار کر رہی ہے، اُن کے خیال کے مطابق معاشی اِمداد کو مذہب کے خاتمے کے ساتھ نتھی کرنا سب سے کامیاب حربہ ہے۔

موجودہ حکمران عمران خان سمیت ہمارے حکمرانوں کی اکثریت بے دین بلکہ دین دشمن اور بے وقوف، بزدل اور لالچی چلی آئی ہے، جو مذہب اور اہل مذہب کے خاتمے کے لیے اپنی ہر کوشش بجالانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے اور اِس حقیقت کو نظر انداز کر دیتے ہیں کہ پاکستان کی بقا مذہب کی بقا کے ساتھ وابستہ ہے، جس دن خدانخواستہ پاکستان سے اہل مذہب کا خاتمہ ہو گیا، اُس دِن دنیا کے نقشے پر پاکستان بھی نظر نہیں آئے گا۔

(۵)......قادیانیوں کو قومی اقلیتی کمیشن کا رکن بنانے کی پٹیشن مسترد:

قارئین کرام متفرق ذرائع اور ''صفدر'' کے گزشتہ شمارے کے ذریعہ جان چکے ہیں کہ ۲۱/اپریل ۲۰۲۰ء کو موجودہ حکومت کی وفاقی کابینہ نے پاکستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ''قومی اقلیتی کمیشن'' میں قادیانیوں کو شامل کرنے کی منظوری دی تھی، ۲۹/اپریل کو یہ خبر نشر ہوئی، ملک بھر کے عوام وخواص نے اس پر شدید ردِعمل کا اظہار کیا، مجبوراً حکومت کو اجازت نامہ واپس لینا پڑا۔

لیکن شہداء فاؤنڈیشن اسلام آباد نے اس حوالے سے اسلام آباد ہائی کورٹ میں ایک رٹ پٹیشن دائر کر دی کہ: ''اقلیتی کمیشن میں قادیانیوں کو نمائندگی کیوں نہیں دی گئی؟'' اللہ تعالیٰ ڈھیروں جزائے خیر عطا فرمائے مجلس احرار اسلام کے احباب کو جو اِس کیس میں فریق بنے۔ ۴/جون کو فریقین عدالت میں گئے، جناب عبداللطیف خالد چیمہ لکھتے ہیں:

> ''حافظ احتشام احمد نے شہداء فاؤنڈیشن کی رٹ پٹیشن میں موقف دینا شروع کیا، اسلام آباد ہائی کورٹ کے جسٹس عزت مآب جناب محسن رضا کیانی نے پٹیشنر سے کہا کہ: شہداء فاؤنڈیشن کی جانب سے یہ رٹ میرٹ پر بنتی نہیں۔ پٹیشنر سے اصرار کیا تو جج صاحب نے شہداء فاؤنڈیشن کے اغراض ومقاصد پر شق وار اُن کو جواب دیا، جن کا خلاصہ یہ ہے کہ قادیانی آئین پاکستان کی رو سے غیر مسلم اقلیت ہیں، لیکن وہ اپنی متعینہ آئینی وقانونی حیثیت کو ماننے سے انکاری ہیں۔ انھوں نے کہا کہ شہداء فاؤنڈیشن کو شہداء فاؤنڈیشن ہی رہنے دیں، قادیانی فاؤنڈیشن نہ بنائیں، شہداء فاؤنڈیشن کو قادیانی جماعت کی نمائندگی کا کوئی حق حاصل نہیں۔ قادیانی اپنی نمائندگی خود کریں، شہداء فاؤنڈیشن اپنے دائرہ کار اور اغراض ومقاصد کے اندر رہے اور قادیانی مسئلہ کو اپنا مسئلہ نہ بنائے، قادیانیوں کو کوئی مسئلہ ہوگا تو وہ خود عدالت سے رجوع

کریں گے۔ شہداء فاؤنڈیشن تو صرف شہداء کے لیے بنائی گئی تھی، احمدیوں کی نمائندگی کیسے کرسکتی ہے؟'' جسٹس محسن اختر کیانی کے ریمارکس کے بعد حافظ احتشام احمد مکمل طور پر لاجواب ہوگئے تو جج صاحب نے پٹیشن مسترد کرنے کا فیصلہ کیا۔'' [روزنامہ اسلام، ۱۸/شوال، ۱۰/جون، بدھ، ادارتی صفحہ]

(٦)......کرونا:

مورخہ ۳۰/شوال المکرّم ۱۴۴۱ھ بمطابق ۲۲/جون ۲۰۲۰ء بروز پیر کے اخبارات کے مطابق کرونا مریضوں کی تعداد پاکستان میں ایک لاکھ ۷۹/ہزار اور اموات ۳/ہزار ۵۵۸/ہیں۔ صحت یاب ہونے والوں کی تعداد ۶۷،۸۹۲/بتائی گئی ہے۔ جبکہ کہا گیا ہے کہ: دنیا بھر میں مریض ۸۹/لاکھ ۱۵/ہزار اور اموات ۴/لاکھ ۶۶/ہزار ہیں۔

اِس موقع پر ''جتنے منہ اتنی باتیں'' والا محاورہ سر چڑھ کر اپنے وجود کا احساس دلا رہا ہے۔ کرونا کا وجود دنیا میں ہے بھی یا نہیں؟ بتائے جانے والے اعداد وشمار حقیقی ہیں یا من گھڑت؟ اگر وجود ہی نہیں تو کیوں سبھی ممالک اس کا ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں؟ اگر وجود ہے تو یہ محض قدرتی آفت ہے یا انسانی سازش کو بھی اس میں دخل ہے؟ اگر بیماری کا وجود نہیں تو جو اَموات ہیں، یہ لوگ اپنی طبعی موت مر رہے ہیں یا انھیں قتل کیا جارہا ہے؟ احتیاطی تدابیر اختیار کرنا ضروری ہے یا فضول؟ اِن سوالات کے مختلف جوابات گردش کررہے ہیں، حقیقت کیا ہے؟ اللہ پاک ہی بہتر جانتے ہیں۔ البتہ ہم قارئین سے اتنا ضرور عرض کریں گے کہ:

۱۔وبا واقعی موجود ہے۔ ۲۔ظاہر کیے گئے اعداد وشمار پر اطمینان نہیں۔

۳۔اسباب کے درجے میں ظاہری احتیاطی تدابیر اختیار کرنا بھی جائز ہے، اور مسبب الاسباب پر توکل اور بھروسہ کرتے ہوئے فقط دعاؤں پر اکتفا کرلینا متوکل اور حقیقی مسلمان کی شان ہے۔

ہمارے ہاں اس حوالے سے جو افراط وتفریط ہے، وہ لائق اصلاح ہے۔ بعض حضرات ہر ایک کے لیے احتیاطی تدابیر کو ''واجب'' قرار دیتے نظر آتے ہیں۔ جس کے لیے یک طرفہ احادیث سے استدلال کرکے اسی عنوان کی دیگر احادیث سے آنکھیں بند کرلیتے ہیں۔ اور بعض دوسرے حضرات کی رائے میں احتیاطی تدابیر اختیار کرنا توکل کے منافی ہے۔ حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے قول وفعل سے دونوں چیزیں ثابت ہیں۔

۴۔موجودہ صورتِ حال کو اہل مذہب کے خلاف بطورِ ہتھیار استعمال کیا جارہا ہے۔

اس لیے ہمیں انتہائی چوکنا رہنا ہوگا اور حکمت کو ملحوظ رکھتے ہوئے جرأت کے ساتھ پوری قوت صرف کرکے مذہب اور مذہبی علامات ونشانات کا تحفظ کرنا ہوگا۔ نیز اِن حالات میں اصل چیز رجوع الی اللہ

ہے، جس کی طرف ہماری توجہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ واللہ الھادی

یوم علیؓ پر امتیازی سلوک کے بعد کوئی پابندی خاطر میں لانے کی ضرورت نہیں!

کرونا وائرس کو پھیلنے سے روکنے کی خاطر حکومت نے ملک بھر میں لاک ڈاؤن کا اعلان کیا تھا، دینی مدارس کے سالانہ امتحانات جاری تھے، جبکہ وفاق المدارس کے تحت شعبہ کتب کے امتحانات شروع ہونے والے تھے، حکومتی احکامات کی تعمیل میں امتحانات ملتوی کر کے مدارس میں تعطیلات کا اعلان کر دیا گیا۔ شعبان/رمضان مدارس کی سالانہ تعطیلات کا زمانہ ہے، عید کے بعد حسب سابق مدارس کو کھول دیا جانا چاہیے تھا، مگر وفاق المدارس کے حضرات نے کسی بھی قسم کے ٹکراؤ اور بدمزگی سے بچنے کی خاطر حکومت سے اجازت لینے کے لیے مذاکرات کا ڈول ڈالا، تادم تحریر مدارس بدستور مقفل، طلبہ بے چین اور اساتذہ و دیگر عملہ حیران و سرگرداں ہیں، یہ اونٹ کسی کروٹ نہیں بیٹھ رہا۔ ہماری ناقص رائے کے مطابق ایک طویل عرصہ سے ہم نے گویا عدم ٹکراؤ کو مقصد بنالیا ہے، مدارس پر چھاپے، طلبہ و اساتذہ کی گرفتاریاں اور بدترین تشدد، ماورائے عدالت قتل، قربانی کی کھالیں جمع کرنے پر پابندی اور اس جیسے بیسیوں مسائل میں ہم نے گویا یہ طے کرلیا ہے کہ عدم ٹکراؤ ہی ہمارا اصل مقصد ہے۔ جس کی وجہ سے وفاق المدارس کی قیادت پر بجا تنقید کی جاتی ہے۔

۲۱/رمضان المبارک (یوم ولادت سیدنا علی رضی اللہ عنہ) کو ملک بھر میں اہل تشیع کو ماتمی جلوس نکالنے کی نہ صرف اجازت دی گئی، بلکہ سرکاری اخراجات پر اُن کے لیے مکمل حفاظتی انتظامات مہیا کیے گئے، ان جلوسوں میں کسی قسم کی احتیاطی تدابیر نہیں اختیار کی گئیں، اِس کے بعد نہ حکومت کے پاس کسی مسجد/مدرسہ پر پابندی کا کوئی جواز باقی رہ گیا نہ ہی کسی پابندی کو خاطر میں لانے کی کوئی ضرورت تھی۔ اتمام حجت کے لیے حکومت کو ایک مہلت دے دینا کافی تھا۔ واللہ اعلم

قربانی کی کھالوں کا معاملہ:

قربانی کی کھالوں کے معاملے میں بھی وفاق المدارس کو دوٹوک اعلان کر دینا چاہیے تھا کہ، حکومتی پابندی قبول نہیں، تمام مدارس کھالیں جمع کریں، کوئی مدرسہ کھالیں جمع کرنے کی اجازت کے لیے کسی محکمہ کو کوئی درخواست نہ دے۔ انصاف و دیانت کی بات یہی ہے کہ حکومت کو اگر مدرسہ کے بارے میں ملک دشمنی یا آئین کی خلاف ورزی کی شکایت ہے تو باقاعدہ ثبوت مہیا کر کے خاص اُس مدرسہ پر عدالت کے ذریعہ پابندی لگوائے۔ یوں ایک ہی لاٹھی سے سب کو نہ ہانکے۔ لیکن ہماری ''عدم ٹکراؤ کو مقصد بنانے'' والی فکر نے ہمیں ذلت آمیز رویہ برداشت کرنے اور کرتے رہنے کے مقام تک پہنچا دیا۔ وإلی اللہ المشتکیٰ

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اِس موقع پر تلمیذ امام اہل سنت، محقق عالم دین حضرت مولانا مجیب الرحمٰن

مد ظلہم کا سوال نقل کر دیا جائے جو انھوں نے اکابر وقت سے کیا ہے:

''احادیث نبویہ کے مطابق مکہ مکرمہ و مدینہ طیبہ میں نہ دجال داخل ہوگا نہ طاعون۔ پھر کرونا داخل ہونے اور حرمین بند کرنے کا جواز کہاں ہے؟

حضرت آدم علیہ السلام سے اب تک انسانیت پر ایسی وبا آنے کی کوئی مثال پیش فرمائیں کہ مسجدیں/درس گاہیں بند کرنے کا شرعی حکم ہوا۔

اللہ کے عذاب سے (بالفرض ہوتو) اللہ کی طرف بھاگ کر نجات ملتی ہے یا اللہ سے بھاگ کر نجات ملتی ہے؟''

مولانا دامت برکاتہم کے اِن سوالوں میں بہت وزن ہے، اِس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ میں طاعون وغیرہ وبا سمجھی جانے والی بیماریاں آئیں، اور کچھ حضرات کے بقول بعض صحابہ نے باہمی مشورہ سے اتفاق کیا کہ: ''یہ بیماری اجتماع سے پھیلتی ہے۔'' اگر یہ نسبت درست ہو تو کیا صحابہ نے مساجد میں جمع ہونے سے گریز کر لیا تھا؟ یا درس و تدریس کا سلسلہ موقوف کر دیا تھا؟ یا دورانِ نماز فاصلہ اختیار کر لیا تھا؟

کرونا کی آڑ میں قربانی پر پابندی قبول نہیں:

مدارس و مساجد کی بندش، محدودیت اور پابندی سے حکومت کا مذہب دشمن فارمولہ مکمل نہیں ہوا تو سندھ حکومت نے قربانی کے لیے لگائی جانے والی مویشی منڈیوں پر پابندی عائد کرنے کی ''نوید'' سنادی۔ عمران خان کی دین دشمنی میں کسی کو شک نہیں! لیکن کیا صوبہ سندھ کی موجودہ حکومت اسلام دشمنی میں کسی سے کم ہے؟ اہلیانِ پاکستان خصوصاً اہلیانِ سندھ کو متحد ہو کر یہ پابندی مسترد کر دینی چاہیے۔

(۷)......فنِ مناظرہ اور مولانا طارق جمیل: جہالت، تعصب اور تعلّی کا بدترین نمونہ!

معروف مبلغ مولانا محمد طارق جمیل کی ایک گفتگو کی ریکارڈنگ ہم تک پہنچی ہے، جس میں وہ بتا رہے ہیں کہ ایک مرتبہ اُن کا کہیں جانا ہوا، وہاں مناظر اسلام، امین ملت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ کے مناظروں کی روئیداد پر مشتمل کتاب ''فتوحاتِ صفدر'' پر نظر پڑی تو ''اعلیٰ حضرت'' کو بے حد حیرانی ہوئی، فرماتے ہیں:

''میں نے کہا: صفدر کون سا فاتح ہے؟ نام فتوحاتِ صفدر، تو پھر میں نے اندر دیکھا تو میں نے اپنا سر پیٹ لیا، وہ امین صفدر اوکاڑوی صاحب نے جو غیر مقلدوں سے مناظرے کیے، وہ کتاب بنی ہوئی تھی اور (نام) فتوحاتِ صفدر!! میں نے کہا: سبحان اللہ!! واہ واہ!! کیا علم ہے کہ مسلمانوں سے لڑائی کو فتوحاتِ صفدر!! بھلا مناظرے کرنا بھی کوئی دین کا کام ہے؟ مناظرے کرنا تو نری کی نری تباہی اور بربادی کا کام

ہے۔کیونکہ ہمارے علماء تاریخ نہیں پڑھتے،اور اُن کو واہ واہ کرنے والے ہر جگہ مل جاتے ہیں۔‘‘

انا للہ وانا الیہ راجعون۔لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔کیا جہالت،تعصب اور تعلّی کی اِس سے بدترین مثال علماء کے ہاں مل سکتی ہے؟

مولانا طارق جمیل،(جن کو اَب مولانا کہنا بھی علم اور علماء کی بے ادبی معلوم ہوتی ہے۔) کے اِن ’’ارشاداتِ عالیہ‘‘ پر تفصیل سے کچھ عرض کرنے کا ارادہ تھا،بعض اَسفار کی وجہ سے موقع نہ مل سکا۔اتنے میں محترم مولانا محمد اسماعیل ریحان صاحب کا اِس حوالے سے ایک مفید کالم اسلام اخبار میں سلسلہ وار طبع ہو گیا۔اسی دوران ایک صاحب نے حضرت اوکاڑویؒ سے متعلق نامی گرامی اکابر اہل سنت کے اقتباسات جمع کر کے ایک مختصر مگر نہایت جامع و خوبصورت مضمون نشر کر دیا۔اِسی طرح ہمارے فاضل دوست مولانا خیرالامین صاحب نے بھی ایک عمدہ مضمون ’’صفدر‘‘ کے لیے ارسال فرما دیا۔مذکورہ بالا تینوں تحریرات زیرِ نظر شمارے کا حصہ ہیں۔قارئین بطورِ خاص ملاحظہ فرمائیں۔نیز ہمارے استاذِ مکرم مولانا سیف اللہ تونسوی مدظلہ کی عام فہم کتاب ’’مناظرہ:اصول و آداب‘‘ کا مطالعہ بھی اِن شاءاللہ مفید رہے گا۔(0333-3650082)

(۸)......مجلّہ صفدر کی اشاعت خاص:

بیس رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ بمطابق ۱۴ رمئی بروز جمعرات سلطان العلماء حضرت مولانا ڈاکٹر علامہ خالد محمود رحمہ اللہ دارِ آخرت کی طرف انتقال فرما گئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔حضرت رحمہ اللہ کی ساری عمر دینی،علمی خدمات میں بسر ہوئی،عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ،دفاع ناموس صحابہ اور مسلک اہل سنت کی اشاعت وحفاظت اُن کا خاص میدان رہا۔غیر معمولی ذہانت،علمی گہرائی و گیرائی میں اپنے زمانہ میں بے مثال تھے۔صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے والہانہ لگاؤ ہی اِن شاءاللہ اُن کی نجات کے لیے کافی ہے۔رہتی دنیا تک اُن کا قیمتی علمی سرمایہ اہل علم کے لیے ماخذ بنا رہے گا۔

مجلّہ ’’صفدر‘‘ کی انتظامیہ نے حضرت رحمہ اللہ کی دینی،علمی اور مسلکی خدمات کے پیش نظر ایک اشاعت خاص کا عزم کیا ہے،اِس سلسلہ میں ہم اللہ رب العزت کے فضل و کرم کے بعد اسباب کی دنیا میں موجودہ اکابر اہل سنت کی دعاؤں و توجہات،اہل علم و قلم کے مخلصانہ بھرپور تعاون اور اہل دِل کی نیک تمناؤں کے محتاج ہیں۔منتخب حضرات کی خدمت میں درج ذیل عریضہ ارسال کرنے کے ساتھ ساتھ عمومی اطلاع کے لیے مختلف مقامات پر نشر بھی کیا گیا ہے،قارئین صفدر کی خدمت میں بھی پیش کیا جا رہا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترم و مکرم جناب...صاحب زید شرفکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! امید مزاج بخیر ہوں گے۔

گزارش ہے کہ بحرالعلوم، سلطان العلماء، رئیس المحققین، وکیل صحابہ واہل بیت، سرخیل علماء حق حضرت مولانا علامہ خالد محمود نور اللہ مرقدہ کی وفات، اہل اسلام بالخصوص مسلک اہل السنۃ والجماعۃ احناف علماء دیوبند سے وابستہ اکابر واصاغر کے لیے ایک عظیم ترین سانحہ ہے۔ حضرت علامہ صاحب رحمہ اللہ نے تقریباً پون صدی تک قرآن وسنت اور فقہ اسلامی کی تشریح وتوضیح، تحفظ ختم نبوت، دفاع صحابہ واہل بیت، مسلکِ اہل حق کی ترجمانی اور فرق باطلہ ضالہ کے تعاقب وسرکوبی کے لیے جو عظیم ترین خدمات سرانجام دی ہیں وہ عصر حاضر کی تاریخ کا ایک روشن اور یادگار باب ہیں۔ جنہیں وقت کا مؤرخ نظرانداز کرنے کی جسارت نہیں کرسکتا۔

اِدارہ ''صفدر'' نے حضرت علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اپنی عقیدت کے اظہار، حضرت رحمہ اللہ کی ہمہ جہت خدمات کو خراج تحسین پیش کرنے اور ان کی حیاتِ مستعار کے علم وتقویٰ پر مبنی حالات وواقعات کو منظر عام پر لانے کے لیے ایک عدد خصوصی نمبر شائع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

آپ سے دست بستہ درخواست ہے کہ حضرت علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات' واقعات' تعلیمات اور خدمات کے بارہ میں اس خصوصی اشاعت کے لیے اپنے خیالات، جذبات، یادداشتیں، نگارشات اور قلبی تاثرات تحریر فرما کر ممنون فرمائیں۔

اگر بالفرض آپ اپنی تدریسی، تحقیقی اور دعوتی یا دیگر مصروفیات وعوارض کی وجہ سے تفصیلی مضمون تحریر نہ فرما سکیں تو آپ کی طرف سے چند صفحات اور چند سطور بھی ہمارے لیے باعث سعادت ہوں گی۔

علاوہ ازیں اگر آپ کے پاس حضرت علامہ صاحب نور اللہ مرقدہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا مکتوب یا تحریر موجود ہو تو اسے بھی ارسال فرمانے کی گزارش ہے۔

مضمون، مقالہ یا تاثراتی تحریر کے ساتھ ساتھ اگر آپ اپنے زبانی تاثرات بھی بتانا چاہیں، تو اپنے نام، پتے اور مکمل تعارف کے ساتھ درج ذیل واٹس ایپ نمبر پر صوتی پیغام (وائس میسج) بھی ارسال فرما سکتے ہیں۔

کمپوزشدہ تحریر کی ''اِن پیج'' فائل بھی ای میل یا واٹس ایپ فرمادیں تو نوازش اور اِدارے کے ساتھ دوہرا تعاون ہوگا۔

اَزراہِ کرم یکم اگست ۲۰۲۰ء تک اپنا مضمون یا مکتوب ضرور ارسال فرمادیں۔ امید ہے کہ خاص شفقت سے نوازیں گے۔ خدا تعالیٰ آپ کو دنیوی واُخروی سعادتوں سے نوازے۔ آمین۔

والسلام...... ادارہ مجلّہ ''صفدر'' لاہور

۲۲ رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ......۱۶ مئی ۲۰۲۰ء...... بروز ہفتہ

ای میل: hamza.ehsani44@gmail.com......واٹس ایپ: 03124612774

حمزہ احسانی

علماء ومشائخ کی رحلت

دنیا میں ہر ایک جانے کے لیے ہی آیا ہے، انبیاء وصحابہ چلے گئے تو علماء ومشائخ کو بھی جانا ہے، لیکن یک دم سے بہت سے اہل علم وفضل کا اُٹھ جانا، پیچھے رہ جانے والوں کے لیے باعث حرمان وحسرت و افسوس ہوتا ہے۔گزشتہ تقریباً ڈیڑھ ماہ کے دوران بہت سی عالی مرتبت شخصیات داغ مفارقت دے گئیں، ہر ایک کا نام بنام مختصر یا مفصل تذکرہ تو فی الوقت ممکن نہیں، چند ایک کے بارے میں اپنے تاثرات کا اظہار کرکے اپنے اپنے مقام پر سب کے لیے دعاء وایصال ثواب کا اہتمام کریں گے۔اِن شاء اللہ

خاندان شیخین کو صدمہ:

۶/جون ۲۰۲۰ء بروز ہفتے کو امام اہل سنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر اور بانی جامعہ نصرۃ العلوم مفسر قرآن مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی رحمہما اللہ کے خاندان کو ایک اور صدمے نے آلیا، حضرت صوفی سواتی رحمہ اللہ کی اہلیہ محترمہ اللہ کو پیاری ہوگئیں، اناللہ وانا الیہ راجعون۔اُن کے چھوٹے فرزند مولانا محمد عرباض خان سواتی کی مختصر تحریر پیش خدمت ہے:

’’ہماری والدہ ماجدہ (۱۹۴۱ء) بمقام گکھڑ، گوجرانوالہ ارائیں فیملی میں پیدا ہوئیں اور (۶/جون ۲۰۲۰ء) ایک طویل عمر پا کر اپنے رب کے حضور پیش ہوگئی ہیں، نماز جنازہ جامعہ نصرت العلوم میں ادا کیا گیا اور قدیمی قبرستان گوجرانوالہ میں والد محترم مفسر قرآن محدث کبیر حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں قدموں کی طرف ان کو جگہ نصیب ہوئی، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

علمی دنیا اس بات کو بخوبی سمجھتی ہے کہ ایک عالم دین کی خدمات میں اس کی اہلیہ کا کس قدر بھرپور اور اہم کردار ہوتا ہے، ہمارے والد محترم کی خدمات میں بھی والدہ محترمہ کا ایک طویل ترین رفاقت کے ساتھ بھرپور اور مکمل حصہ ہے، اس کے ساتھ ساتھ جس زمانے میں ہمارے ہاں بنات کی تعلیم کے شعبہ جات نہیں ہوا کرتے تو والدہ محترمہ گھر میں ہی بچیوں کو تعلیم دیا کرتی تھی، کئی نسلیں اُن سے فیض یاب ہوئیں، جبکہ نیکی اور سعادت کا عالم یہ ہے کہ اِس سال بھی رمضان المبارک کے مکمل روزے بمع مکمل تراویح ادا فرمائے۔

بڑے بزرگوں کے رخصت ہونے کے بعد ان کا سایہ شفقت ہی تمام خاندان کے لیے تقویت اور اطمینان کا باعث تھا، ان کی اس طرح اچانک وفات سے پورا خاندان صدمے کی کیفیت میں ہے، اللہ رب العزت ان کی خطاؤں کو معاف فرمائے، خدمات کو قبول فرمائے اور جنت الفردوس میں بلند درجات عطا

فرمائے۔

ان نازک ترین حالات میں بھی جس طرح ہزاروں کی تعداد میں علمائے کرام، طلباءِ عظام اور عوام الناس نے جنازہ میں بھرپور شرکت فرمائی ہے اور دنیا بھر سے عقیدت ومحبت وچاہت رکھنے والوں نے فون وموبائل پیغامات کے ذریعے اپنے دلی جذبات کا اظہار فرما کر تعزیت کی اور کر رہے ہیں، اس کے ہم بے حد مشکور ہیں اور اپیل کرتے ہیں کہ اپنے اپنے مقامات سے دعائے مغفرت اور بلندی درجات کا حصہ ڈالتے رہیں، اللہ پاک اجر عظیم سے نوازے، آمین. اِنَّ لِلّٰہِ مَا اَخَذَ وَلَہٗ مَا اَعْطٰی وَکُلُّ شَیْءٍ عِنْدَہٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّی."

محدث کبیر، فقیہ جلیل، نمونہ اسلاف حضرت مولانا سعید احمد پالن پوری رحمہ اللہ:

مؤرخہ ۱۹ر مئی ۲۰۲۰ء کو بعد فجر حضرت علامہ خالد محمود رحمہ اللہ کے حوالے سے اشاعت خاص کے مضامین کے سلسلہ میں حضرات واحباب سے رابطوں میں مصروف تھا کہ دار العلوم دیوبند کے صدر مدرس وشیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی سعید احمد پالن پوری رحمہ اللہ کی وفات کی خبر ملی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون کا ورد زبان پر جاری ہوا۔ حسرت وافسوس کی انتہاء نہ تھی۔

بدقسمتی سے رسمی طالب علمی کے زمانہ میں حضرت رحمہ اللہ اور اُن کی خدمات سے آگاہی نہ ہوسکی، غالباً ۲۰۱۶ء سے حضرت کی بعض کتب کے باقاعدہ مطالعہ کی سعادت نصیب ہوئی۔ بیانات بھی پڑھے۔ واقعات بھی تسلسل سے سننے کو ملنے لگے، متنوع موضوعات پر لکھی گئی حضرت کی کتب سے گویا قلبی تعلق ہوگیا، جب تحریرات سے تعلق ہوا تو صاحبِ تحریر سے بدرجہ اولیٰ تعلق ہونا لازمی تھا، چنانچہ اَب حضرت کی وفات کے بعد دِل کو ٹٹولا تو اندازہ ہوا کہ اِس وقت ہندوستان میں موجود اکابر اہل سنت دیوبند میں سے سب سے زیادہ عقیدت بندہ کے دِل میں شاید حضرت ہی کی ہے۔ الحمد لله حمدا كثيرا طيباً مباركاً فيه. اِظہارِ عقیدت اور استفادہ کے لیے حضرت رحمہ اللہ کی بعض تحریرات ''صفدر'' کی زینت کا باعث بھی ہوئیں۔

حضرت رحمہ اللہ کی درسی وغیر درسی، نصابی وغیر نصابی کتب وتحریرات سے خوب استفادے کا موقع ملا۔ بہت سی اُلجھنیں حضرت کی تقریرات سے حل ہوئیں، حضرت نے اپنے فرزند کو کتابی شکل میں جو نصیحت نامہ تحریر فرمایا تھا، وہ بھی مکمل پڑھنے کا موقع ملا، سطر سطر نصیحت آموز اور ورق ورق سبق حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ حضرت رحمہ اللہ بلا شبہ اکابر کی سچی نشانی اور واقعتاً بقية السلف تھے، عقیدت ومحبت بڑھتی چلی گئی، اجتہادی شان کی وجہ سے بعض مسائل میں حضرت کی انفرادی آراء بھی تھیں، یعنی حضرت کے تفردات بھی ہیں، لیکن قربان جاؤں! خود ہی ارشاد فرما گئے کہ: ''میرے تفردات میرے لیے ہیں، تمہارے لیے نہیں! تمھیں جو دار الافتاء کہے وہی کرنا۔''

حضرت کی تفسیر ''ہدایت القرآن'' کی، پاکستان میں طباعت کا علم ہوا تو جھٹ منگوالی، الحمدللہ اس سے بھی استفادہ کا موقع ملا۔ حضرت کی زیرِ ترتیب کتاب ''دیوبندیت کیا ہے؟'' کا شدت سے انتظار تھا، اِس حوالے سے کچھ گزارشات بھی تھیں جو پیش خدمت کرنے کا ارادہ تھا، کچھ کتب وتحریرات بھی ارسال کرنی تھیں، حالات کے سازگار ہونے کا انتظار تھا، حضرت کی زیارت وملاقات کی تڑپ بھی تھی، لیکن وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے۔ اِس ناچیز کے دِل میں حضرت رحمہ اللہ کی جو عقیدت ومحبت ہے، کسی مثال کے ذریعہ اس کا صحیح بیان' شاید مشکل ہو، کسی شاعر کا شعر بھی' ممکن ہے اُس کی صحیح تصویر نہ کھینچ سکے، کسی ادیب کا فن اُس کی نقشہ کشی کرنا چاہے تو شاید کامیاب نہ ہو، حروف والفاظ اُس کی ترجمانی سے' ہوسکتا ہے قاصر ہوں، دنیائے فانی کی تمثیلیں، تحریریں، غزلیں، استعارے اور ترکیبیں' امکان ہے کہ اُس کا کماحقہ تعارف نہ کرا سکیں، اِس لیے نہ کسی شاعر کا شعر پیش کررہا ہوں، نہ کسی ادیب کی لفاظی، رب کریم کی کتاب عظیم' البتہ اپنی تسلی کے لیے پڑھ لیتا ہوں.... **الذين اذا اصابتهم مصيبة قالوا انا لله وانا اليه راجعون.**

اللہ تعالیٰ حضرت رحمہ اللہ کی کامل مغفرت فرماکر جنت الفردوس کے اعلیٰ ترین مقامات نصیب فرمائیں۔ ہمیں اُن کے نقش قدم پر چلنے والا بنائیں۔ اُن کے پس ماندگان کو صبر وحوصلہ اور اس پر اجر عظیم عطا فرمائیں۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد نعیم رحمہ اللہ:

۱۷/جولائی ۲۰۱۰ء کو پہلی مرتبہ بندہ کا کراچی جانا ہوا، بندہ کے ہم جماعت مولانا نثار رانا صاحب نے ایک ہی دن میں کراچی کے بڑے اداروں اور اہم مدارس میں حاضری کی ترتیب بنالی، حضرات کی زیارت وملاقات کا شرف بھی حاصل ہوا، اگلے روز صبح کے وقت ''جامعہ بنوریہ عالمیہ'' حاضری ہوئی، برادر مکرم مولانا طاہر مسعود ناصر صاحب بندہ کو لے کر حضرت مفتی نعیم صاحب کی خدمت میں پہنچ گئے، تعارف کرایا تو انتہائی شفقت سے پیش آئے، بندہ کے جدامجد حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ کا تذکرہ فرماتے رہے، بندہ نے مجلّہ ''المصطفیٰ کے امام اہل سنت نمبر کا اجمالی تعارف'' پیش کیا تو خوب خوشی کا اظہار فرمایا۔ وہ پہلی اور شاید آخری ملاقات تھی۔

حضرت مفتی صاحب کے زیرِ نگرانی ہفت روزہ اخبار المدارس طبع ہوتا تھا، اس میں جدید وقدیم فتنوں کے تعاقب کی تحریرات بھی شائع ہوا کرتی تھیں۔ اس کے علاوہ اُن کی نگرانی میں ''ادیان باطلہ اور صراط مستقیم'' نامی ایک شاندار کتاب بھی تیار ہوئی۔ اس کتاب میں مختلف فرقوں کا تذکرہ ہے، لیکن مماتی فرقہ اور غامدی فتنہ کا کوئی تذکرہ نہیں۔ بندہ کا ارادہ تھا کہ بوقت فرصت اُسی کتاب کے طرز پر اِن دونوں کا تعارف تحریر

کر کے پیش خدمت کردوں اور گزارش کروں کہ آئندہ طباعت میں اِسے بھی شامل فرمالیں!

سب ارادے اور تمنائیں دھری کی دھری رہ گئیں اور مفتی صاحب اللہ کو پیارے ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پاکستانی حکومت کی طرف سے رکاوٹوں کے باوجود مفتی صاحب کا اپنے ادارے میں غیر ملکی طلبہ کو وسعت ظرفی اور جراءت کے ساتھ داخلہ دینا اُنھی کا خاصہ تھا۔ اللہ تعالیٰ اُن کی کامل مغفرت فرمائیں، اُن کے درجات بلند سے بلند تر فرمائیں، پس ماندگان کو صبر جمیل سے نوازیں۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت حافظ صغیر احمد مرحوم کا انتقال:

برکۃ العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ کے خلیفہ، جامع مسجد احسان کے بانی حضرت حافظ صغیر احمد بھی رخصت ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حافظ صاحب مرحوم سے زیادہ تعارف تو نہیں، البتہ اتنا معلوم ہے کہ حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے اُن خلفاء و متعلقین میں سے تھے جنھوں نے حضرت رحمہ اللہ کی وفات کے بعد جناب صوفی محمد اقبال صاحب مرحوم کے زیر اثر شیخ محمد بن علوی مالکی کے اَفکار ونظریات کی نہ صرف اشاعت کا بیڑا اُٹھالیا تھا بلکہ اُن کے مخصوص مفاہیم کو''اکابر کے مسلک'' کے نام پر نشر کرنے میں اپنی قوت صرف کردی تھی۔ جس سے اہل سنت دیو بند سے وابستہ کروڑوں لوگوں کے عقائد داؤ پر لگ گئے تھے۔ حضرت حافظ صاحب کی ایک تحریر ملاحظہ ہو! اپنے ایک عقیدت مند کو لکھتے ہیں:

''یہ بات ہو یا اور زندگی کے کسی بھی شعبہ میں آخرت کی لائن کی باتیں ہوں یہاں تک کہ نماز روزہ حج وزکاۃ ہو۔ سب کی سب ہم تک ہزاروں واسطہ کے بعد پہنچی ہیں یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے لے کر ہم تک پہنچنے میں ہزاروں واسطے ہیں۔

گزشتہ دوسال میں مختلف مراحل سے گزار کر اب جس جگہ اللہ کریم جل شانہ نے محض اپنے لطف و کرم اور فضل سے اپنے حبیب علیہ الصلوۃ والسلام کی بے نظیر وبے نہایت نگاہِ شفقت اور ان کے محبوب شیخی و مرشدی حضرت صاحب سرنبی نور اللہ مرقدہ...... کے واسطہ سے رابطہ عطا فرمایا ہوا ہے۔ اس پر غور فرماویں کہ کیسا بے مثال رابطہ ہے۔ اس کائنات میں اپنی مثال آپ ہے۔

اب سوچیے کہ حضرت کی طرف سے (یعنی مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی روح سے) جس شعبہ یا معاملہ میں جو ہدایات آتی ہیں وہ کیا حضرت ہی کی طرف سے ہوتی ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں...... میرے محترم ......صاحب سرنبی میں راز یہ ہے یعنی مطلب یہ ہے کہ حضور پرنور...... کے قلب اطہر ومنور پر جو کچھ وارد ہوتا ہے وہ صاحب سرنبی کے قلب مبارک میں منعکس ہوجاتا ہے گویا شیخ وہی کچھ فرماتے ہیں جو (رسول اللہ کے) دربارعالی سے منشا مبارکہ ہوتا ہے اور ان کا منشا مبارکہ خالق کل قادر ومقتدر احکم الحاکمین اللہ کریم جل

شانہ عم نوالہ کا ہی منشا ہوتا ہے۔

اب سے پہلے والے ہمارے عمل کا مدار ہزاروں واسطوں پر یقین کرنے پر تھا اور اب صرف ایک دو واسطہ میں یعنی اللہ کریم جل شانہ عم نوالہ کی منشاء مبارکہ کا علم ایک دو واسطوں سے عطا ہو رہا ہے۔ پھر کیا وجہ کہ ان پر عمل کرنے پر طبیعت میں تذبذب، تجسس، بوجھ اور ناگواری کے آثار ظاہر ہو جاتے ہیں۔ جب ہم بال بچے ان کے لئے (ان کے یعنی اللہ کے حکم پر) پال رہے ہیں کاروبار ان کے حکم پر ان کے لیے کر رہے ہیں اور جتنے بھی کام ہیں خواہ عبادت کی لائن کے ہوں یا معاشرت کی لائن کے ہوں ان کے لئے کر رہے ہوں مگر جب معمول سے ہٹ کر ہدایات آ جائیں تو پھر بجائے خوشی و انبساط کے بوجھ کیوں ہو۔ بھاڑ میں جائے کاروبار اور ہر چیز۔ جب دعویٰ ان کے لئے کرنے کا ہے پھر تو میرے محترم......ہمیں منتظر رہنا چاہیئے کہ ہدایات آئیں ہم عمل کریں بلکہ سچی بات یہ ہے کہ نئی ہدایات کے آنے میں تاخیر ہو تو تشویش اور اپنی ذات سے بدگمانی ہونی چاہیئے اور دعاء صلوۃ الحاجت کا اہتمام ہونا چاہیئے۔ نئی ہدایات آنے پر سو دل و جان سے قبول کریں۔“

فقیہ العصر مولانا ڈاکٹر مفتی عبد الواحد رحمہ اللہ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”قارئین! دیکھئے حافظ صاحب نے دین جن واسطوں سے ملا ان کے مقابلے میں دو واسطوں پر مشتمل ایک نیا سلسلہ قائم کیا ہے اور دین کی جو ہدایات اب تک امت میں محفوظ رہی ہیں ان کے مقابلے میں معمول سے ہٹ کر اب کچھ نئی ہدایات ان کو خدا تعالیٰ کی طرف سے مل رہی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ بدعات کو سنت بناتے بناتے یہ تو......کے رستے پر چلنے لگے ہیں۔

حافظ صغیر صاحب آج کل حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے صاحب سر نبی ہونے کی خوب تشہیر کر رہے ہیں۔ اس کا مطلب انہوں نے خود ہی بتا دیا ہے اور یہ ان کی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ اطہر پر جو کچھ ہدایت وارد ہوتی ہے وہ مولانا زکریا رحمہ اللہ کے قلبِ مبارک پر منعکس ہو جاتی ہے۔ اور چونکہ یہ دوسرے اولیاء کو نہیں صرف مولانا زکریا رحمہ اللہ کی روح کو ملتی ہے اس لیے مولانا زکریا رحمہ اللہ صاحبِ سرِّ نبی یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رازدان ہوئے۔ یہ حافظ صاحب کی بڑی گمراہی ہے۔“

حضرت حافظ صاحب مرحوم اَب وہاں چلے گئے، کہ اُن کی ذات سے متعلق ہر قسم کا اختلاف، اگر کسی کو ہے تو ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن اُن کا نظریہ اور فکر اگر باقی ہے تو جب تک صراطِ مستقیم سے ہٹا ہوا نظریہ باقی ہے، تب تک اُس سے اختلاف بھی باقی رہے گا۔ حضرت مرحوم کے متعلقین اگر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ کے حقیقی مسلک و مشرب، (جو یقیناً جمہور اہل السنۃ والجماعۃ کے سو فیصد مطابق تھا۔) سے وابستہ ہو جائیں تو اختلاف کی یہ خلیج ختم ہو سکتی ہے ۔

ہم نے تو دِل جلا کے سرِعام رکھ دیا ہے   اب جس کا جی چاہے، وہی پائے گا روشنی

اللہ تعالیٰ حافظ صاحب مرحوم کے ساتھ خصوصی فضل وکرم کا معاملہ فرمائیں، پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔ اور ہم سب کو آخرت کی کما حقہ تیاری کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ آمین

شیخ محمد بن علوی مالکی کے اِس قسم کے اَفکار کی نشر واشاعت کی مہم چلانے والوں میں حضرت صوفی محمد اقبال صاحب مرحوم، حضرت مولانا ملک عبد الحفیظ مکی صاحب مرحوم، حضرت حافظ صغیر احمد صاحب مرحوم اور حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب شامل ہیں۔

اکابر اہل سنت دیوبند نے اِن حضرات کا تعاقب اور ان کی طبع کردہ تحریرات میں درج متنازع مسائل سے اظہار براءت کیا۔ تعاقب کرنے والوں میں مولانا قاضی مظہر حسین، مولانا مفتی عبد الشکور ترمذی، مولانا محمد یوسف لدھیانوی، مولانا مفتی عبد الستار، مولانا عاشق الٰہی، مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی، مولانا ڈاکٹر مفتی عبد الواحد رحمہم اللہ جیسے حضرات شامل تھے۔ تفصیلات کے لیے دیکھیے ''تحفظ عقائد اہل سنت''۔

حضرت صوفی محمد اقبال صاحب مرحوم کی حیات تک حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے مذکورہ بالا سب متعلقین اپنے موقف پر ڈٹے رہے، صوفی صاحب کی وفات کے بعد حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب نے اُن مہلک و متنازعہ کتب کی اشاعت روک دی، جن کے ذریعہ اکابر اہل سنت پر اتہام بازی کر کے اُن کے دامن کو داغدار کیا گیا تھا۔ **جزاه الله أحسن الجزاء.**

مولانا عبد الحفیظ مکی مرحوم آخر دم تک محمد بن علوی مالکی کو برحق اور درست قرار دیتے رہے۔ حضرت حافظ صغیر احمد صاحب مرحوم کا کوئی رجوع بھی ہمارے علم میں نہیں۔ کاش کہ وہ اپنی وفات سے پہلے علوی مالکی اَفکار سے براءت کا اعلان فرما دیتے تو اُن کے متعلقین کے حوالے سے مسلکی معاملات میں تسلی ہو جاتی۔

اب اِن حضرات میں سے مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب باحیات ہیں، اللہ پاک اُن کو صحت ونظریہ کی سلامتی کے ساتھ تادیر قائم رکھیں۔ کیا ہی اچھا ہو اگر حضرت ہزاروی صاحب اپنی حیات میں ہی اس قضیہ کی مکمل صورتِ حال اکابر اہل سنت کی رائے کے مطابق تحریر فرما کر ہمیشہ کے لیے فتنے کا سدباب فرما دیں۔ ہماری دست بستہ التجا ہے کہ اگر وہ ایسا فرما لیں تو جو اکابر اُن سے ناراض ہو کر دنیا سے چلے گئے، یقیناً روزِ قیامت اُن اکابر کو خوش اور راضی پائیں گے۔ واللہ الموٴفق

حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی مرحوم کا انتقال:

گزشتہ شب تقریباً بارہ بجے حضرت حافظ صغیر صاحب مرحوم سے متعلق مندرجہ بالا سطور قلمبند کر کے سویا۔ اور آج صبح اطلاع ملی کہ حضرت ہزاروی صاحب بھی رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ع اے بسا آرزو خاک شد۔ اللہ پاک حضرت ہزاروی اور تمام مرحوم مسلمانوں کے ساتھ اپنے خصوصی فضل و کرم کا معاملہ فرمائیں۔ سیئات سے درگزر، حسنات قبول فرمائیں۔ پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔ آمین

مفتی محمد راشد ڈَسکوِی عفا اللہ عنہ [دار الافتاء جامع مسجد اشتیاق، ڈسکہ، سیالکوٹ]

خواتین سے متعلق عید الاضحیٰ اور قربانی کے احکام

شریعت مطہرہ کی طرف سے جو بھی احکام بندوں پر لازم ہیں وہ مرد وعورت؛ ہر کسی کے لیے ہیں، سہولت اور آسانی کی خاطر پیش آمدہ ایام یعنی: ذوالحجہ سے متعلق وہ احکام جو عورتوں سے متعلق ہیں، ذکر کیے جا رہے ہیں، تاکہ بسہولت عمل کرنے کے لیے یاد دہانی رہے، واضح رہے کہ اس تحریر میں ان احکام کا بیان نہیں ہے جو صرف عورتوں کے ساتھ خاص ہیں، بلکہ اس امر کا بیان ہے کہ عورت نے ان ایام میں کیا کچھ اعمال کرنے ہیں۔

عشرہ ذی الحجہ کے روزوں کا حکم:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے یہاں (ذوالحجہ کے ابتدائی) دس دنوں کی عبادت سے بڑھ کر عظیم اور محبوب تر کوئی عبادت نہیں، لہٰذا ان میں لا الہ الا اللہ، اللہ اکبر، الحمد للہ کثرت سے پڑھا کرو۔ [مسند احمد]

اس لیے ان مبارک دنوں میں ہر مرد وعورت کو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت بہت ذوق وشوق اور توجہ کے ساتھ کرنی چاہیے، اور ہمہ تن اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول رہنا چاہیے، اور ذکر وفکر، تسبیح وتلاوت، صدقہ، خیرات اور نیک عمل میں کچھ نہ کچھ اضافہ کرنا اور خصوصاً ان دنوں میں گناہوں سے بچنا چاہیے، اور ان دنوں میں روزوں کا بھی جہاں تک ہو سکے، اہتمام کرنا چاہیے۔

ابن ماجہ شریف کی روایت میں ہے کہ ذوالحجہ کے ابتدائی ایام [یکم ذوالحجہ سے ۹/ذوالحجہ تک] میں سے ہر ایک دن کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر ہے۔

اس حدیث میں ذوالحجہ کے ۹/دنوں کے روزوں کی بیش بہا فضیلت بیان کی گئی ہے۔ ایک روایت میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرفہ (یعنی ۹/ذوالحجہ) کے روزہ کے بارے میں پوچھا گیا، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (۹/ذوالحجہ کا روزہ رکھنا) ایک سال گزشتہ اور ایک سال آئندہ کے گناہوں کا کفارہ ہے۔ [صحیح مسلم]

اور ذوالحجہ کے پہلے عشرے کی ہر رات میں عبادت کا ثواب لیلۃ القدر کی عبادت کے برابر ہے۔ (سنن ترمذی)

نوٹ: عرفہ کے دن کی فضیلت ہر شخص کو اس ملک کی تاریخ کے اعتبار سے حاصل ہوگی، جس ملک

میں وہ شخص موجود ہے۔ جیسا کہ عیدالاضحیٰ ہر شخص اپنے ملک کی تاریخ کے اعتبار سے کرے گا اسی طرح عرفہ بھی عیدالاضحیٰ سے ایک دن پہلے شمار ہوگا۔

قربانی کرنے والی عورتوں کا بال، ناخن وغیرہ کاٹنے کا حکم:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم ذی الحجہ کا چاند دیکھ لو، اور تم میں سے کسی کا قربانی کا ارادہ ہو تو وہ جسم کے کسی حصہ کے بال اور ناخن نہ کاٹے''۔ (ترمذی)

بال ناخن نہ کاٹنے کا حکم صرف اس شخص کے ساتھ خاص ہے جس نے قربانی کرنی ہو، چاہے قربانی کرنے والا مرد ہو یا عورت ہو۔ اس لیے اگر کوئی عورت اپنی جانب سے قربانی کرنے کا ارادہ رکھتی ہو چاہے وہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ تو عمومی نصوص کی بنا پر قربانی کرنے تک اس کے لیے بھی اپنے بال اور ناخن کاٹنے منع ہیں۔ لیکن یہ حکم صرف مستحب ہے، فرض یا واجب نہیں ہے، لہٰذا اگر کوئی اس کی رعایت نہ کر سکا تو وہ گناہ گار نہیں ہوگا۔ اور اگر زیر ناف بالوں اور ناخنوں کو چالیس دن یا زیادہ ہو رہے ہوں تو اس کے لیے مذکورہ حکم نہیں ہے، بلکہ اس پر اپنے ان زائد بالوں اور ناخنوں کی صفائی کرنا ضروری ہے۔

بالوں اور ناخنوں کے نہ کاٹنے کا حکم یکم ذی الحجہ سے لے کر قربانی کرنے تک کا ہے، لیکن قربانی کر لینے کے بعد بال کٹوانا ضروری نہیں، اگر کٹوانے کی ضرورت محسوس کریں تو کٹوانا جائز ہے، نا کٹوائیں تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔

عورتوں کے لیے تکبیراتِ تشریق:

ذوالحجہ کے پہلے عشرہ میں ۹/ ذی الحجہ کی نماز فجر سے ۱۳/ ذی الحجہ کی عصر کی نماز تک، جو کل ۲۳/ نمازیں بنتی ہیں، اُن نمازوں کے بعد تکبیرات تشریق مردوں پر با آواز بلند ایک مرتبہ، اور عورتوں پر آہستہ آواز سے ایک مرتبہ کہنا واجب ہے۔ عام طور پر عورتوں کی طرف سے اس میں بڑی کوتاہی ہو جاتی ہے، یا تو مسئلہ ہی معلوم نہیں ہوتا، یا پھر موقع پر یہ تکبیرات پڑھنا یاد نہیں رہتا، اس کی وجہ سے وہ گناہگار ہوتی رہتی ہیں۔ اس کوتاہی کا تدارک اس طریقے سے کرنا ممکن ہے کہ کسی پرچے پر تکبیرات تشریق لکھ کر اس جگہ پر لٹکا دیں جہاں مستورات گھر میں نماز ادا کرتی ہیں، اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ نماز سے فراغت پر تکبیرات پڑھنا یاد آ جائے گا۔ اگر یہ تکبیرات کہنا یاد نہ رہے تو پھر ان کی قضاء نہیں ہے، اس واجب کے چھوٹنے پر اب صرف استغفار ہی کیا جائے، اور آئندہ ان کے کہنے کا اہتمام کیا جائے، تکبیرات تشریق یہ ہیں:

''اَللّٰہُ أَکْبَرُ اَللّٰہُ أَکْبَرُ، لاَ إِلٰہَ إِلاَّ اللّٰہُ وَاللّٰہُ أَکْبَرُ، اَللّٰہُ أَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ''.

عیدین کی رات میں خواتین کا مہندی لگانا:

عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کی راتوں میں عورتوں کا مہندی لگانا جائز اور ثواب کا کام ہے، امہات

المؤمنین رضوان اللہ علیہن اجمعین سے ان مواقع میں مہندی لگانے کا ثبوت ملتا ہے۔لیکن اس سلسلے میں یہ بات مدنظر رہے کہ مہندی وہ ہونی چاہیے جس کی تہہ نہ جمتی ہو، ورنہ وضونہیں ہوگا اور جب وضونہیں ہوگا تو نماز بھی نہیں ہوگی۔

خواتین کے لیے عید کے دن کے اعمال:

عید کے دن غسل کرنا، مسواک کرنا، اچھے عمدہ کپڑے پہننا، اور خوشبو کا لگانا وغیرہ جس طرح مردوں کے لیے مسنون ہے، اسی طرح عورتوں کے لیے بھی مسنون ہے۔عام طور پر عید کے دن ان اعمال میں عورتیں سستی کا مظاہرہ کرتی ہیں، اس سے بچنے کی ضرورت ہے، مرد حضرات کو بھی چاہیے کہ وہ اہتمام سے اپنی مستورات کو عید کی تیاری کروائیں۔

نیز! دیکھا گیا ہے کہ عورتیں اپنے بچوں اور بچیوں کے لباس اور ان کے بناؤ سنگھار میں حدود شرعیہ سے تجاوز کر جاتی ہیں، ایسا کرنا جائز نہیں ہے، بچوں کو مکلّف نہ ہونے کی وجہ سے اس کا گناہ نہیں ہوگا، لیکن ان کی عادات کے بگڑنے کا خدشہ بہر حال موجود ہے اور غیر شرعی لباس اور بناؤ سنگھار کی وجہ سے والدین اللہ تعالیٰ کے مجرم بنیں گے۔اس لیے اس سے بھی بچنا ضروری ہے۔

فوتگی والے گھر پہلی عید پر عورتوں کا تعزیت کے لیے جمع ہونا:

بعض لوگ پہلی عید پر فوتگی والے گھر میں جانے کی رسم کو ضروری سمجھتے ہیں، جس میں وہاں جا کر تعزیت اور افسوس کا اظہار و دعا کرتے ہیں، حالانکہ فوتگی کو کافی عرصہ گذر چکا ہوتا ہے، اور اس موقع پر تعزیت کی سنت کی ادائیگی بھی ہو چکی ہوتی ہے، تو واضح رہے کہ شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے، اس لیے اس رسم کو ترک کرنے کی ضرورت ہے۔

واضح رہے کہ میت کے گھر والوں میں سے صرف اس کی بیوہ کو چار ماہ دس دن تک سوگ کا حکم ہے، دوسری خواتین کے لیے تین دن تک اس کی اجازت ہے، اس سے زیادہ نہیں، باقی تعزیت تین دن کے بعد درست نہیں، مکروہ ہے اور ایک مرتبہ تعزیت کے بعد دوبارہ تعزیت کرنا بھی صحیح نہیں، لہٰذا عید کے دن میت کے عزیز و اقارب کے ہاں تعزیت کی نیت سے جانا اور جمع ہونا جائز نہیں، بلکہ بدعت ہے، اس سے اجتناب ضروری ہے۔

لہٰذا فوتگی والے گھر کے افراد کا اس پہلی عید میں خوشی منانا اور نئے کپڑے پہننا معیوب سمجھنا، اور سوگواری و افسوس کا ماحول بنا کر بیٹھے رہنے کی شرعاً کوئی حقیقت نہیں ہے اس سے بچنے کی ضرورت ہے، یہ دن اللہ کی جانب سے اظہارِ خوشی اور اللہ کی نعمتوں کے اظہار و استعمال کا ہے۔

خواتین کے لیے عید کے دن نماز اشراق کا حکم:

عید کے دن نمازِ فجر کے بعد، عید کی نماز سے پہلے، گھر یا کسی بھی جگہ کوئی بھی نفل نماز پڑھنا، مرد وعورت کے لیے مکروہ تحریمی ہے۔اور عید کی نماز کے بعد، جہاں عید کی نماز ادا کی گئی ہے(مسجد ہو یا عید گاہ) وہاں نفل پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، کسی دوسری جگہ یا گھر میں ادا کرنا مکروہ نہیں ہے، البتہ قضاء نماز نماز عید سے قبل ادا کی جاسکتی ہے، مگر اس میں بھی بہتر یہ ہے کہ عید گاہ اور مسجد میں نہ ادا کی جائے بلکہ گھر میں ادا کی جائے تاکہ دیکھنے والے غلط فہمی اور بدگمانی میں مبتلا نہ ہوں۔

خواتین کے لیے عید کی نماز کا حکم:

شریعت میں عید کی نماز کا وجوب فقط مرد پر ہے، عورت پر نہیں۔اس لیے عورتیں نہ ہی گھر میں عید کی نماز ادا کریں اور نہ ہی عید گاہ یا مساجد میں نماز کے لیے جائیں۔

حضرت مولانا مفتی انعام الحق قاسمی صاحب زید مجدہم لکھتے ہیں: ’’اس پرفتن زمانہ میں عورتوں کو مسجد اور عید گاہ حاضر ہونے کی اجازت نہیں، بے شک فقہاء کرام اس کا انکار نہیں کرتے کہ رسول اللہ ﷺ کے مبارک زمانہ میں عورتیں پانچ وقت کی نماز اور عیدین کی جماعت میں حاضر ہوتی تھیں، لیکن وہ بہترین لوگوں کا (بہترین) زمانہ تھا، فتنوں سے محفوظ تھا، آپ ﷺ بنفس نفیس خود موجود تھے، وحی کا نزول ہوتا تھا، نئے نئے احکام نازل ہوتے تھے، نئے نئے مسلمان تھے، نماز روزے وغیرہ کے احکام سیکھنے کی ضرورت تھی، سب سے بڑھ کر آپ ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کرنے کا شرف حاصل ہوتا تھا، حضور ﷺ خواب کی تعبیر بیان فرماتے تھے، اور عجیب وغریب علوم کا انکشاف فرماتے تھے، (اس لیے) اُن (عورتوں) کو حاضری کی اجازت تھی، لیکن یہ سمجھنا کہ مردوں کی طرح عورتوں کو بھی جماعت میں حاضر ہونے کا تاکیدی حکم تھا، یہ صحیح نہیں، عورتوں کے لیے مردوں کی طرح جماعت ضروری نہیں تھی، حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ ’’عورتوں کی سب سے بہترین مسجد اُن کے گھر کی گہرائی (یعنی: اندرونی کوٹھڑی) ہے‘‘۔

آنحضرت ﷺ نے عورتوں کی کوٹھڑی کی نماز کو مسجدِ نبوی کی نماز سے بہت زیادہ افضل فرمایا، اس میں عید کی نماز کو الگ سے بیان نہیں کیا گیا ہے، نیز یہ کہ پانچ وقت کی نماز اور جمعہ فرض ہیں، جب ان کے لیے مسجد میں آنا افضل نہیں تو عید کی نماز جو فرض نہیں بلکہ واجب ہے اس کے لیے مسجد آنا اور عید گاہ میں آنا کیسے افضل ہوگا‘‘۔[عیدین کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا]

قربانی کی شرعی حیثیت:

ماہ ذی الحجہ میں دس ذوالحجہ سے بارہ ذوالحجہ کے غروب آفتاب تک قربانی کرنا ایک نہایت اہم

عبادت اور شعائرِ اسلام میں سے ہے، رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کرنے کے بعد دس سال مدینہ طیبہ میں قیام فرمایا، آپ ہر سال مسلسل قربانی کرتے تھے (ترمذی)۔ اس سے معلوم ہوا کہ قربانی صرف مکہ معظّمہ میں حج کے موقع پر واجب نہیں بلکہ ہر شخص پر، ہر شہر میں واجب ہوگی، بشرطیکہ شریعت نے قربانی کے واجب ہونے کے لیے جو شرائط اور قیود بیان کی ہیں وہ پائی جائیں۔ نبی اکرم ﷺ مسلمانوں کو اس کی تاکید فرماتے تھے، اسی لیے جمہور علمائے اسلام کے نزدیک قربانی واجب ہے۔ [آپ کے مسائل اور ان کا حل]

قربانی کے لیے نصاب:

واضح رہے کہ قربانی اس شخص پر واجب ہے جس کے پاس پانچ چیزیں (سونا، چاندی، نقد رقم، مال تجارت، اور ضرورت سے زائد سامان) یا ان میں سے بعض کا مجموعہ ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت کے برابر ہو۔ اور آج کل (2020ء میں) ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت تقریباً 48/ ہزار کے قریب ہے۔

عام طور پر خواتین کے پاس کچھ نہ کچھ زیور، تھوڑی بہت نقد رقم (دو چار روپے ہی کیوں نہ ہو)، اور ضرورت سے زائد اور فالتو سامان کے ڈھیر لگے ہوتے ہیں، بچیوں کے لیے جہیز کے نام پر بہت کچھ جمع کیا ہوتا ہے، ان سب کی مالیت کو جمع کیا جائے تو نصاب پورا ہو جاتا ہے، حالانکہ ایسی بہت سے عورتیں نہ زکاۃ کی طرف متوجہ ہوتی ہیں اور نہ ہی قربانی کی طرف، اس لیے بالخصوص عورتوں کو، اور بالعموم مردوں کو اپنی مستورات کے نصاب کا جائزہ لیتے ہوئے زکاۃ اور قربانی کی ادائیگی کا اہتمام کرنا لازم ہے۔

زکوٰۃ اور قربانی کے نصاب کے درمیان کیا فرق ہے؟

واضح رہے کہ زکوٰۃ بھی صاحبِ نصاب پر واجب ہوتی ہے، اور قربانی بھی صاحبِ نصاب ہی پر واجب ہوتی ہے، مگر دونوں نصابوں کے درمیان دو طرح سے فرق ہے۔ ایک یہ کہ زکوٰۃ کے واجب ہونے کے لیے شرط ہے کہ نصاب پر سال گزر گیا ہو، جب تک سال پورا نہیں ہوگا زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔ لیکن قربانی کے واجب ہونے کے لیے سال کا گزرنا شرط نہیں ہے، بلکہ اگر کوئی شخص عین قربانی کے دن؛ حتی کہ بارہ ذوالحجہ کی مغرب سے پہلے پہلے صاحبِ نصاب ہوگیا تو اس پر قربانی واجب ہے، جبکہ زکوٰۃ سال کے بعد واجب ہوتی ہے۔

دُوسرا فرق یہ ہے کہ زکوٰۃ کے واجب ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ نصاب: نامی (بڑھنے والا) ہو، شریعت کی اصطلاح میں سونا، چاندی، نقد روپیہ، مالِ تجارت اور چرنے والے جانور ''مالِ نامی'' کہلاتے ہیں۔ اگر کسی کے پاس ان چیزوں میں سے کوئی چیز نصاب کے برابر ہو اور اس پر سال بھی گزر جائے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی، مگر قربانی کے لیے مال کا نامی ہونا بھی شرط نہیں ہے۔ مثال کے طور پر کسی کے پاس اپنی

زمین کا غلہ اس کی ضروریات سے زائد ہے اور اس کی قیمت حالیہ دنوں (2020ء) میں تقریباً 48/ہزار روپے کے برابر ہے، چونکہ یہ غلہ مالِ نامی نہیں اس لیے اس پر زکوٰۃ تو واجب نہیں ہوگی، چاہے سال بھر پڑا رہے، لیکن اس شخص پر اس غلے کی وجہ سے قربانی واجب ہو جائے گی۔

صاحب نصاب عورت کے لیے قربانی کا حکم:

اگر کسی عورت کے پاس مذکورہ تفصیل کے مطابق نصاب موجود ہے تو اس پر قربانی کرنا واجب ہے۔اور اگر نصاب سے کم مالیت ہے تو اس پر قربانی کرنا واجب نہیں ہے۔ ہاں اگر وہ اپنی خوشی سے قربانی کرنا چاہے تو کرسکتی ہے۔

جو عورت صاحب نصاب ہے لیکن اس کے پاس اتنی رقم نہیں ہے کہ وہ قربانی کا جانور خرید سکے، تو اس کی اجازت سے اس کا شوہر یا کوئی اور رشتہ دار اس کی طرف سے قربانی کرسکتا ہے۔

اور اگر ایسا بھی ممکن نہ ہو تو وہ عورت کسی سے قرضہ لے کر قربانی کرسکتی ہو تو ایسا ہی کرے۔

اور اگر ایسا بھی ممکن نہ ہو تو پھر وہ اپنے نصاب والے مال میں سے کچھ فروخت کر کے قربانی کا جانور خریدنے کا بندوبست کرے۔

واضح رہے کہ اگر کسی شخص نے بیوی کی اجازت کے بغیر اس کی طرف سے قربانی کر دی تو بیوی کی طرف سے یہ قربانی شمار نہیں ہوگی۔ البتہ اگر اس شوہر کا ہر سال اپنی بیوی کی طرف سے بھی قربانی کرنے کا معمول ہو، یا اس نے اجازت لے لی، یا بیوی نے از خود اس کو کہا کہ میری طرف سے بھی قربانی کر دو تو شوہر کے لیے اس کی طرف سے قربانی کرنا جائز ہے۔

شوہر کے اوپر بیوی کی طرف سے قربانی کرنا واجب نہیں ہے، فقط جائز ہے۔

جانور ذبح کرنے کے وقت خواتین کا باپردہ حاضر رہنا:

نبی اکرم ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اے فاطمہ! جاؤ، اپنی قربانی (ہونے کے وقت) حاضر رہو۔اس لیے جس خاتون کا جانور ذبح ہو رہا ہو اس کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ اپنے جانور کے قربان ہونے کے وقت جانور کے پاس موجود رہے۔

لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ وہاں غیر محرم نہ ہوں، اور اگر ہوں تو پوری طرح پردے کے ساتھ رہیں، اور اگر اس کے باوجود فتنے کا خوف ہو تو پھر اس استحباب کو چھوڑ کر وہاں حاضر نہ ہونا ضروری ہے۔

خواتین کا اپنی قربانی کو خود کرنے کا حکم:

مضبوط اعصاب کی عورتوں کا ذبیحہ ناجائز یا مکروہ نہیں ہے۔ اگر عاقلہ بالغہ عورت جانور کو ٹھیک

طرح سے ذبح کرنے کا حوصلہ رکھتی ہو اور ذبح کرنے کا طریقہ جانتی ہو تو پھر اپنے ہاتھ سے ”بسم اللّٰہ، اللّٰہ کبـــر“ پڑھ کر تیز دھار چھری سے ذبح کرنا افضل ہے۔عوام الناس میں جو یہ مشہور ہے کہ عورت کا ذبیحہ جائز نہیں ہے، اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے، ہاں! جو عورت کمزور اعصاب کی ہو، تو اس خدشے کی وجہ سے کہ شاید جانور کی ساری رگیں نہ کٹ پائی ہوں، مکروہ ہے۔

عید کے دن قربانی کے گوشت سے کھانے کی ابتداء کرنا:

اگر ہمت ہو، شدید بھوک، ضعف، بیماری وغیرہ کا عذر نہ ہو تو عید کے دن قربانی کرنے والے فرد کے لیے مسنون و مستحب یہ ہے کہ اپنے کھانے کی ابتداء قربانی کے گوشت (یا کلیجی وغیرہ) سے کرے، قربانی کا گوشت/کلیجی وغیرہ تیار ہونے سے پہلے کچھ نہ کھائے پیے۔لیکن واضح رہے کہ اگر کھانے کی ضرورت محسوس ہو تو اپنی طبیعت پر بہت زیادہ جبر نہیں کرنا چاہیے۔البتہ ہمت ہو تو اس جذبے کے ساتھ میرے اس عمل میں جناب نبی کریم ﷺ کی مشابہت ہے، کچھ نہ کھانا چاہیے، یہ بڑی سعادت کی بات ہے۔

البتہ جو شخص قربانی کرنے والا نہ ہو وہ قربانی ہو جانے سے پہلے بھی جو کچھ کھانا چاہے کھا سکتا ہے۔ یہ استحباب اس کے لیے نہیں ہے۔

سابقہ سالوں کی رہ جانے والی قربانیوں کا حکم:

جو مرد یا عورتیں سابقہ سالوں میں صاحب نصاب تھیں، لیکن وہ کسی بھی وجہ سے قربانی نہیں کرتی رہیں اب ان کے لیے حکم یہ ہے کہ ایک تو اپنے اس جرم پر اللہ تعالیٰ کے حضور معافی مانگیں، اور دوسرا یہ کہ اب ان کے لیے گزشتہ سالوں کی طرف سے قربانی کرنا جائز نہیں ہے، البتہ ان پر ایک متوسط بکرا یا بکری یا اس کی قیمت کا صدقہ کرنا ضروری ہے، بعض حضرات کے نزدیک قربانی کے ایک حصے کے برابر رقم صدقہ کرنا بھی کافی ہو جائے گا۔

خواتین کا عید کے دن قبرستان جانے کا حکم:

زیارت قبور کا اصل مقصد چوں کہ دنیا کی غفلت سے نکلنا اور آخرت کی فکر کا پیدا ہونا ہے، اس لیے اگر کوئی شخص شادی یا عیدین وغیرہ کے موقع پر قبرستان جائے، تو مضائقہ نہیں، البتہ ان خاص موقعوں پر جانے کو لازم سمجھنا اور نہ جانے والوں پر طعن و تشنیع کرنا ناجائز ہے۔

لیکن بے شمار مفاسد اور مصالح کی بناء پر عورتوں کا قبرستان جانا شرعاً جائز نہیں ہے، چاہے عید کا دن ہو یا کوئی اور تہوار۔ وہ اپنے گھروں میں رہتے ہوئے ہی ایصال ثواب اور دعا کا اہتمام کریں۔

☆......☆......☆......☆

مولانا محمد اسماعیل ریحان

مناظرہ!......خدمتِ دین کا ایک شعبہ۔تاریخ کی روشنی میں

مناظرہ سنتِ نبویہ ہے:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں نجران کے نصرانی پادریوں کا ایک وفد آیا۔اس وفد نے آپ سے مناظرہ کیا جس کے بارے میں امام عمر بن شبّہ اپنی کتاب ''تاریخ المدینۃ'' میں لکھتے ہیں:

"فَخَاصَمُوا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُصُومَةً لَمْ يُخَاصَمْ مِثْلَهَا قَطُّ"

یعنی ان لوگوں نے ایسا شدید مناظرہ کیا جس کی مثال نہیں ملتی۔بہرکیف حق کے نور کے سامنے ظلمت کب تک ٹھہرتی۔آخر میں پادریوں کو شکست ہوئی۔اس کے بعد بات مباہلے پر آئی مگر پادری اس کی ہمت نہ کر سکے اور معذرت کر کے لوٹ گئے۔تفصیل کتبِ سیرت میں موجود ہے۔

یہاں بتانا یہ مقصود ہے کہ ضرورت پڑنے پر اہلِ باطل کے ساتھ مناظرہ کرنا سنتِ نبویہ ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا خوارج سے مناظرہ:

اسی طرح مسلمانوں میں نمودار ہونے والے کج فکر اور گمراہ گروہوں کے ساتھ بھی مباحثے اور مناظرے کی بکثرت مثالیں خیرالقرون میں ملتی ہیں۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا خوارج سے مناظرہ بہت مشہور ہے جس کی تفصیلی روایت حدیث کی مشہور کتاب مصنف عبدالرزاق میں موجود ہے۔اس روایت میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے خوارج سے فرمایا:''مجھے یہ بتایئے کہ آپ حضرات کو رسول اللہ کے چچازاد بھائی اور داماد (حضرت علیؓ) میں کیا غلطی نظر آتی ہے؟''

وہ بولے:''ان کی تین غلطیاں ہیں۔''

پوچھا:''وہ کیا؟''بولے:''پہلی یہ کہ انہوں نے اللہ کے دین کے معاملے میں انسانوں کو فیصلے کا مجاز بنا دیا جبکہ اللہ کا ارشاد ہے:''حاکمیت صرف اللہ کی ہے۔''

حضرت ابن عباسؓ نے پوچھا:''دوسری غلطی کون سی ہے؟''

بولے:''علی (رضی اللہ عنہ) نے حضرت عائشہ اور حضرت مُعاویہ (رضی اللہ عنہما) سے جنگ تو کی مگر کسی کو قیدی بنانے کی اجازت دی نہ مالِ غنیمت لوٹنے کی۔اگر یہ حریف کافر تھے تو پھر (جانوں کی طرح) ان کا مال ومتاع لوٹنا بھی حلال تھا۔اور اگر یہ حریف اہلِ ایمان تھے تو علی (رضی اللہ عنہ) کے لیے ان کا خون بہانا بھی

ناجائز تھا۔“

حضرت ابن عباسؓ نے پوچھا: ”اور کچھ!!“

بولے: ”علی (رضی اللہ عنہ) نے اپنے نام سے امیرالمؤمنین کا لفظ کیوں مٹایا؟ اگر وہ امیرالمؤمنین نہیں تو پھر امیرالکافرین ہی ہوں گے۔“

حضرت ابن عباسؓ نے ان کے تینوں اعتراضات ٹھنڈے دل سے سننے کے بعد فرمایا:

”یہ بتایئے کہ اگر میں اللہ کی سچی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت سے آپ کے سامنے ایسی باتیں پیش کروں جن سے آپ کو انکار نہ ہو سکے تو کیا پھر آپ اپنے موقف سے دستبردار ہو جائیں گے؟“

وہ بولے: ”ہاں، بالکل“

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے پہلے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

”آپ نے کہا کہ اللہ کے دین کے معاملے میں بندوں کو فیصلے کا مجاز بنانا غلط تھا۔ تو مجھے یہ بتایئے کہ اللہ تعالیٰ تو خود قرآنِ مجید میں حالتِ احرام میں خشکی کے شکار کے متعلق فرماتے ہیں:

”ایمان والو! تم احرام کی حالت میں شکار مت کرو، اگر تم میں سے کوئی جان بوجھ کر شکار کو قتل کر دے تو اس کا فدیہ قتل کیے گئے جانور کی مثل ہوگا، جس کا فیصلہ تم میں سے دو دیانت دار آدمی کریں گے۔ (کہ فدیے میں کیا اور کتنا دیا جائے)“

اور اللہ تعالیٰ بیوی اور خاوند (کے جھگڑے) کے بارے میں فرماتے ہیں:

”اگر تمہیں ان کے درمیان جدائی کا خوف ہو تو ایک نمائندہ مرد کے خاندان سے اور ایک عورت کے خاندان سے بھیجو۔“

اب میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں لوگوں کی جانوں کی حفاظت اور ان کے درمیان صلح وصفائی کی اہمیت زیادہ ہے یا ایک خرگوش کی جان کی جس کی قیمت چار درہم ہوتی ہے۔“

وہ بولے: ”اللہ کی قسم! انسانی جانوں کی حفاظت اور ان کے درمیان صلح زیادہ اہم ہے۔“

اس طرح ثابت ہوگیا کہ مسلمانوں کی جانوں کو محفوظ رکھنے کے لیے حضرت علیؓ نے حضرت مُعاویہؓ کی طرف سے حَکَم بنانے کی پیش کش قبول کر کے کوئی غلطی نہیں کی۔ ابن عباسؓ نے تصدیق کے لیے پوچھا:

”بتایئے میں نے یہ اعتراض دور کر دیا؟“

وہ بولے ”جی ہاں۔ بالکل“

اب آپؓ نے فرمایا: ”رہی یہ بات کہ حضرت علیؓ نے جنگ تو کی مگر کسی کو قیدی نہیں بنایا اور مال نہیں لوٹا تو یہ بتاؤ کہ کیا تم اپنی ماں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو قیدی بناتے؟ کیا ان کے بارے میں وہ حلال سمجھتے

جو کسی اور کے بارے میں حلال تصور کرتے ہو۔ اگر تم ایسا سمجھتے ہو تو تم کافر ہو؛ کیوں کہ قرآنِ مجید میں ہے:

''تمہاری مائیں تم پر حرام کر دی گئیں۔''

اور اگر تم یہ کہو کہ ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ماں مانتے ہی نہیں تب بھی تم کفر کرو گے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ خود فرما رہا ہے:

''نبی اہلِ ایمان سے ان کی جانوں کی بہ نسبت زیادہ حق دار ہیں اور نبی کی بیویاں اہلِ ایمان کی مائیں ہیں۔''

اب تم دو گمراہیوں کے درمیان لٹکے ہوئے ہو۔ جسے چاہو پسند کر لو۔''

پھر آپ نے فرمایا: ''میں نے یہ اعتراض دور کر دیا کہ نہیں؟''

وہ بولے: ''جی بالکل!''

فرمایا: ''اچھا اب رہا حضرت علیؓ کا معاہدے میں اپنے نام سے امیر المؤمنین مٹانے کا مسئلہ! تو دیکھو رسول اللہ ﷺ نے قریش کو حدیبیہ کے موقع پر باہمی تحریری معاہدے کی دعوت دی......اور یوں لکھوایا...... یہ وہ فیصلہ ہے جو محمد رسول اللہ نے کیا۔ اس پر قریش کہنے لگے: اگر ہم آپ کو رسول اللہ مانتے تو آپ کو بیت اللہ سے ہرگز نہ روکتے، آپ سے جنگ نہ کرتے ...... یہاں محمد بن عبداللہ لکھوایئے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے علی! یہاں محمد بن عبداللہ لکھ دو۔ تو غور کریں رسول اللہ ﷺ تو حضرت علیؓ سے افضل ہیں۔ (رسول اللہ ﷺ اہلِ مکہ کے مطالبے پر معاہدے کی دستاویز سے منصبِ رسالت کا ذِکر حذف کرا دیتے ہیں تو حضرت علیؓ نے اہلِ شام کے مطالبے پر جنگ بندی کی دستاویز سے منصبِ خلافت کا ذِکر چھوڑ کر کونسا گناہ کر دیا؟)

یہ مثال دے کر حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے پوچھا: ''بتایئے میں نے یہ اعتراض دور کر دیا؟'' وہ بولے: ''جی بالکل''

اس شاندار مناظرے کا نتیجہ یہ نکلا کہ بیس ہزار خوارج میں سے سولہ ہزار توبہ تائب ہو گئے اور فقط چار ہزار باقی رہ گئے جنہوں نے نہروان میں حضرت علیؓ سے جنگ کی اور شکست کھائی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا خوارج سے مناظرہ:

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے منصبِ خلافت پر ہوتے ہوئے خوارج کے ایک گروہ کو جو جنگ پر تلا ہوا تھا، خود دعوتِ مناظرہ دی اور فرمایا: ''خوں ریزی سے بھلا کیا حاصل ہو گا۔ آ کر مجھ سے بات کر لو۔ میں حق پر ہوا تو تم مان لینا۔ اگر تم حق پر ہو گے تو میں اپنے طرزِ عمل پر غور کر لوں گا۔''

اس ارشاد سے مناظرہ کی اصل روح سمجھ آتی ہے۔ مناظرہ حق بات کی تحقیق کا نام ہے۔ جھگڑے اور فساد کا نہیں۔ اس کا مقصد ہی فساد اور جھگڑے کو ختم کرنا ہے۔

اب ذرا مناظرے کی روداد ملاحظہ ہو۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ان سے پوچھا: ''بتاؤ تمہیں کیا چیز خروج اور بغاوت پر آمادہ کرتی ہے؟''

وہ بولے: ''ہم آپ پر کوئی الزام نہیں لگاتے۔ آپ عدل وانصاف اور احسان کے عادی ہیں۔ بس ایک چیز میں آپ سے اختلاف ہے۔ اگر آپ اسے مان لیں تو ہم آپ کے ساتھ ہیں ورنہ نہیں۔''

آپ کے دریافت کرنے پر وہ بولے: ''آپ کا طریقۂ کار آپ کے خاندان والوں سے الگ ہے۔ آپ ان کے کاموں کو مظالم سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ پس اگر آپ ہدایت پر ہیں اور وہ گمراہی پر تو آپ ان سے برأت کا اظہار کرتے ہوئے ان پر لعنت کریں۔ آپ سے ہمارے اتحاد کی یہی شرط ہے۔''

آپ نے فرمایا: ''میں جانتا ہوں تم لوگ دنیا طلب کرنے نہیں نکلے۔ آخرت ہی کے طلب گار ہو۔ مگر تم لغزش میں پڑ گئے ہو۔ میں تم سے کچھ پوچھتا ہوں، تم اپنے علم کے مطابق سچ سچ بتانا۔

ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما تو تمہارے بھی بزرگوں میں سے ہیں۔ وہ تمہارے نزدیک بھی نجات یافتہ ہیں۔ تم جانتے ہو کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں مرتدین سے قتال کیا، قیدی بھی بنایا اور مالِ غنیمت بھی چھینا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو ان قیدیوں کو آزاد کر دیا۔ مگر (عمل کے اس اختلاف کے باوجود) کیا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عمرؓ سے یا عمرؓ نے ابوبکرؓ سے بے زاری ظاہر کی؟ یا تم ان دونوں میں سے کسی ایک سے بیزاری ظاہر کرتے ہو؟'' وہ بولے: ''جی بالکل نہیں۔''

آپ نے کہا: ''اچھا اہلِ نہروان تمہارے نزدیک بزرگ اور نجات یافتہ لوگ تھے۔ ان میں سے کوفہ والے خوارج نے نہ کسی کو ہراساں کیا، نہ قتل کیا، نہ کسی کا مال لوٹا۔ بصرہ کے خوارج نے عبداللہ بن وہب کی قیادت میں خروج کیا تو عبداللہ بن خباب اور ان کی باندی کو قتل کیا۔ عرب قبیلے بنوقطیعہ پر حملہ کر کے مردوں، عورتوں اور بچوں سمیت سب کو قتل کیا یہاں تک کہ بچوں کو پکڑ کر ابلتی ہانڈیوں میں ڈالا۔ (عمل کے اس اختلاف کے باوجود) کیا کوفہ کے خوارج نے بصرہ کے خوارج سے، یا بصرہ والوں نے کوفہ والوں سے برأت ظاہر کی، اور کیا تم ان دونوں میں سے کسی ایک گروہ سے بے زاری کا اظہار کرتے ہو؟'' وہ بولے: ''جی بالکل نہیں۔''

آپ نے پوچھا: ''اچھا یہ بتاؤ دین ایک ہیں یا دو؟'' وہ بولے: ''ایک ہی ہے۔''

فرمایا: ''کیا یہ ممکن ہے کہ دین میں ایک چیز کی اجازت تمہیں مل جائے اور مجھے نہ ملے؟''

بولے: ''نہیں ایسا نہیں ہوسکتا۔''

فرمایا: ''پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے طرزِ عمل میں اختلاف کے باوجود ان دونوں کو ایک دوسرے سے محبت کی اجازت تھی! تمہیں ان دونوں سے محبت کی اجازت ہے۔ بصرہ اور کوفہ کے خوارج کو خون اور اموال کی حرمت کے مسائل پر باہمی اختلافات کے باوجود ایک دوسرے سے محبت کی اجازت

تھی۔ تمہیں ان دونوں جماعتوں سے محبت رَوا ہے۔ مگر مجھے چھوٹ نہیں کہ اپنے خاندان سے اختلاف ہو جانے پر انہیں لعنت ملامت نہ کروں۔ اگر گناہ گاروں کو لعنت ملامت کرنا کوئی فریضہ ہے تو تمہی بتاؤ تم نے فرعون یا ہامان پر کتنی بار لعنت کی ہے؟''

خارجیوں میں سے ایک نے کہا: ''شاید ایک بار بھی نہیں۔''

آپ نے فرمایا: ''بس بات یہ ہے کہ تم جاہل لوگ ہو۔ جو چاہتے ہو اس میں لغزش کر جاتے ہو۔ تم انسانوں کی وہ بات برداشت کر لیتے ہو جسے رسول اللہ ﷺ نے برداشت نہیں کیا۔ اور ان چیزوں کو برداشت نہیں کرتے جنہیں رسول اللہ ﷺ نے برداشت کیا۔ جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک قابلِ سزا تھے وہ تمہارے نزدیک قابلِ معافی ہیں۔ جو رسول اللہ ﷺ کے نزدیک قابلِ معافی تھے وہ تمہارے نزدیک قابلِ سزا ہیں۔''

وہ بولے: ''نہیں ہم تو ایسے نہیں۔''

آپ نے کہا: ''ابھی تمہیں اس کا اقرار کرنا پڑے گا۔ دیکھو رسول اللہ ﷺ بت پرستوں کی طرف مبعوث ہوئے۔ انہیں بت پرستی چھوڑنے اور کلمۂ شہادت کی دعوت دی۔ جس نے یہ کلمہ پڑھ لیا اس کی جان و مال محفوظ ہو گئے، وہ مسلمانوں کے برابر ہو گیا۔ جس نے نہیں پڑھا، رسول اللہ ﷺ نے اس سے جہاد کیا۔''

خارجی بولے: ''ہاں بالکل''

فرمایا: ''مگر آج تم بت پرستی چھوڑ کر کلمۂ شہادت پڑھنے والوں سے بیزار ہو، ان پر لعنت کرتے ہو، ان سے لڑ رہے ہو، ان کا خون حلال سمجھتے ہو۔ باقی یہود و نصاریٰ سمیت ساری قومیں جو کلمے کا انکار کرتی ہیں، تم ان کا خون حرام سمجھتے ہو۔''

یہ سن کر خوارج لاجواب ہو گئے اور اس مناظرے کا نتیجہ بھی حق کی فتح اور باطل نظریات کی شکست و ریخت کی شکل میں نکلا۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا مناظرہ:

جب اعتزال کا فتنہ ایک طوفان کی طرح سرکاری سرپرستی میں چہار سو پھیل رہا تھا تو اس وقت امام احمد بن حنبل کی عالی ہمتی، استقامت اور قوتِ استدلال نے ہی مسلمانوں کو اس بلائے عظیم کے ریلے میں بہ جانے سے بچایا اور تاریخ کا رُخ موڑ کر دکھایا۔ امام احمد کی داستانِ عزیمت میں وہ مناظرہ ایک روشن مینار کی حیثیت رکھتا ہے جو معتصم کے دربار میں ہوا۔ امام احمد خود اس کا حال یوں بیان فرماتے تھے:

''میں نے کہا: ''میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے کس چیز کی دعوت دی ہے؟''

معتصم نے کچھ دیر کی خاموشی کے بعد کہا: ''لا الٰہ الا اللہ کی۔''

میں نے کہا: ''میں اس کی گواہی دیتا ہوں۔''

پھر میں نے کہا: ''آپ کے جدِ امجد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ جب عبدالقیس کا وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا تو آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ تم جانتے ہو ایمان کیا ہے۔ وہ بولے اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ معلوم ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز ادا کرنا اور زکوٰۃ دینا اور مالِ غنیمت سے خمس نکالنا۔''

معتصم نے کہا: ''اگر آپ گزشتہ خلیفہ کے ہاتھ میں نہ آئے ہوتے تو میں آپ کو کچھ نہ کہتا۔''

پھر معتصم نے عبدالرحمٰن بن اسحٰق سے کہا: ''میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ اس آزمائش کو ختم کردو۔''

میں نے کہا: ''اللہ اکبر! یعنی اس مسئلے میں مسلمانوں کے لیے وسعت ہے۔''

خلیفہ نے حاضرین سے کہا: ''ان سے بحث کرو۔''

عبدالرحمٰن بن اسحٰق نے کہا: ''آپ قرآن کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

میں نے کہا: ''آپ اللہ کے علم کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟''

وہ چپ رہا۔ میں نے کہا: ''امیر المؤمنین! قرآن اللہ کے علم کا حصہ ہے۔ جس نے کہا کہ قرآن اللہ کی مخلوق ہے اس نے اللہ کے ساتھ کفر کیا۔''

معتصم خاموش رہا۔ درباری کہنے لگے:

''امیر المؤمنین! اس نے آپ کو کافر قرار دے دیا اور ہمیں بھی۔''

معتصم نے کوئی توجہ نہ دی۔ اب عبدالرحمٰن بن اسحٰق نے کہا: ''قرآن نہیں تھا تب بھی اللہ موجود تھا۔''

میں نے کہا: ''کیا اللہ اپنی صفتِ علم کے بغیر موجود تھا؟''

وہ چپ ہوگیا۔ اب ایک آدمی اِدھر سے بات کرتا اور میں جواب دیتا۔ دوسرا اُدھر سے بات کرتا میں اسے بھی جواب دیتا۔ خلیفہ مجھ سے کہتا: ''احمد! آپ کیا کہتے ہیں؟''

میں کہتا: ''آپ قرآن وحدیث سے مجھے کوئی دلیل لادیں میں مان لوں گا۔''

احمد بن ابی دُواد کہنے لگا: ''کیا تم قرآن یا حدیث کے سوا کوئی بات نہیں کروگے؟''

میں نے کہا: ''کیا اسلام کا دارومدار انہی پر نہیں؟''

معتصم کہتا: ''اگر یہ میری بات مان لیں تو میں اپنے ہاتھ سے انہیں کھول دوں اور اپنی فوج سمیت ان کے دروازے پر حاضری دیا کروں۔''

میں کہتا: ''قرآن وحدیث سے مجھے کوئی دلیل لادیں۔ مان لوں گا۔''

احمد بن ابی دُواد کہتا: ''امیر المؤمنین! یہ گمراہ اور گمراہ کرنے والا بدعتی ہے۔ آپ کے قاضی اور فقہاء موجود ہیں، ان سے پوچھ لیں۔'' معتصم ان سے پوچھتا۔ وہ وہی کہتے جو ابن ابی دُواد کہتا تھا۔

(نوٹ: یہ لفظ ''ابن ابی دُواد'' ہی ہے۔ عموماً اسے کاتب حضرات ''ابن ابی داوٗد'' کر دیتے ہیں جو درست نہیں۔)

بہت دیر گزر گئی۔ آخر معتصم تھک گیا اور مجھے پھر اسی جگہ قید کر دیا گیا۔ اگلے دن پھر مجھے بلایا گیا اور مناظرہ ہوتا رہا۔ میں سب کو جواب دیتا رہا۔ یہاں تک کہ ظہر کا وقت ہو گیا۔ معتصم اکتا گیا تو حکم دیا کہ انہیں لے جاؤ۔ تیسری رات مجھے اندازہ ہو گیا کہ کل کچھ ضرور ہو گا۔ میں نے ڈوری منگوا کر اپنی بیڑیوں کو مضبوط باندھ لیا اور ازار بند کو خوب کس لیا کہ کل کہیں سزا کے دوران برہنہ نہ ہو جاؤں۔

تیسرے روز مجھے پھر بلایا گیا۔ میں ڈیوڑھیاں طے کرتا ہوا دربار میں پہنچا۔ دیکھا کہ کچھ لوگ تلواریں سونتے اور کوڑے لیے کھڑے ہیں۔ گزشتہ دو دن کے بہت سے حاضرین آج نہیں تھے۔ جب میں معتصم کے پاس پہنچا تو اس نے کہا: بیٹھ جاؤ۔ پھر حاضرین سے کہا: ''ان سے مناظرہ کرو۔''

لوگ بحث کرنے لگے۔ میں ایک ایک کو جواب دیتا رہا۔ میری آواز سب پر غالب تھی۔ جب سب چپ ہو جاتے تو احمد بن ابی دُواد بولنے لگتا۔ وہ ان سب سے بڑھ کر جاہل تھا۔ ان لوگوں کو سنن و آثار کا زیادہ علم نہیں تھا۔ وہ احادیث کا انکار کرتے تھے اور ان سے استدلال کی تردید کرتے تھے۔ میں نے آخرت میں اللہ کے دیدار کی (صحیح) حدیث سنائی تو وہ اسے ضعیف بتانے لگے اور اس کی سند اور راویوں پر اعتراض کرنے لگے۔

معتصم مجھے کہتا: ''احمد! مان جائیں، میں آپ کو مقرب بنا لوں گا۔ آپ دربار میں جگہ پائیں گے۔''

میں پھر کہتا: ''قرآن و حدیث سے مجھے کوئی دلیل لا دیں۔ مان لوں گا۔''

جب دیر ہو گئی تو مجھے الگ کر دیا گیا۔ اور خلیفہ حاضرین سے کچھ کہنے لگا۔

پھر مجھے بلا کر کہا: ''احمد! اللہ آپ پر رحم کرے۔ میری بات مان لیں۔ میں خود آپ کو رہا کر دوں گا۔''

میں نے وہی جواب دیا۔ معتصم کے درباریوں نے کہا:

''امیر المؤمنین! یہ کافر، بے ہدایت اور گمراہی پھیلانے والا آدمی ہے۔''

بغداد کے حاکم اسحٰق بن ابراہیم نے کہا: ''یہ سیاست کے خلاف ہو گا کہ آپ اسے چھوڑ دیں۔ لوگ کہیں گے کہ ایک آدمی کو دو خلفاء قابو نہ کر سکے۔''

یہ سن کر معتصم مشتعل ہو گیا حالانکہ وہ بہت نرم طبع آدمی تھا۔ وہ چلایا: ''پکڑو اور گھسیٹو۔''

اس کے بعد امام احمد بن حنبل کو نہایت بے دردی کے ساتھ کوڑے لگائے گئے مگر وہ اپنے موقف پر چٹان کی طرح جمے رہے۔ قید و بند اور تشدد ان کے ایمان کو ذرہ برابر بھی متزلزل نہ کر سکا اور ان کی ثابت قدمی نے دُنیا میں قرآن و سنت کے صحیح مفاہیم کو اپنی جگہ محفوظ رکھا۔(البدایة والنهایة)

شیخ ابو عبدالرحمٰن الازدی کا مناظرہ:

تاریخ نے اس واقعے کو بھی محفوظ رکھا ہے جب ایک اور معتزلی عباسی خلیفہ الواثق باللہ کی ہدایت کا سبب بھی ایک مناظرہ ہی بنا۔ یہ مناظرہ معتزلہ کے شیخ قاضی احمد بن ابی دُواد اور اہلِ سنت کے نامور عالم امام ابو عبدالرحمٰن الازدی کے درمیان عباسی دربار میں ہوا تھا۔ شیخ ازدی بہت بڑے محدث تھے۔ امام ابوداؤد اور امام نسائی کے شیخ تھے۔ یہ بھی حق گوئی کی پاداش میں امام احمد بن حنبلؒ کی طرح ایک مدت تک قید رہے۔ پھر ایک دن انہیں دربار میں بلایا گیا۔

خلیفہ واثق نے ان سے کہا: ''اے شیخ! قاضی احمد بن ابی دُواد جو پوچھیں اس کا جواب دیں۔''

پھر قاضی سے کہا: ''ان سے سوال و جواب کر لو۔''

ابو عبدالرحمٰنؒ بولے: ''قاضی صاحب مباحثے کے موقع پر کمزور، معمولی اور ناکارہ ثابت ہوتے ہیں۔''

واثق کو غصہ آ گیا۔ کہنے لگا: ''تم قاضی صاحب کے بارے میں کہہ رہے ہو کہ وہ بحث میں کمزور اور ناکارہ ہیں۔''

ابو عبدالرحمٰنؒ نے کہا: ''امیر المؤمنین! تحمل سے کام لیں۔ کیا مجھے ان سے بات کرنے کی اجازت ہے؟''

واثق نے کہا: ''ہاں اجازت ہے۔''

ابو عبدالرحمٰنؒ نے کہا: ''میں سوال کروں گا۔ انہیں کہیے کہ جواب دیں۔''

واثق نے کہا: ''ٹھیک ہے، آپ سوال کریں۔''

ابو عبدالرحمٰنؒ نے قاضی ابن ابی دُواد سے پوچھا:

''آپ کس بات کی دعوت دے رہے ہیں؟''

قاضی نے کہا: ''اس بات کی کہ قرآن مخلوق ہے۔''

ابو عبدالرحمٰنؒ بولے: ''یہ بات جس کی آپ لوگوں کو دعوت دے رہے ہیں کہ قرآن مخلوق ہے، کیا یہ دین کا ایسا حصہ ہے جس کے بغیر دین مکمل نہیں ہوتا؟''

قاضی نے کہا: ''ہاں بالکل۔''

ابو عبدالرحمٰنؒ نے پوچھا: ''جس چیز کا آپ پرچار کرتے ہیں کیا اس کی دعوت حضورؐ نے دی تھی؟''

قاضی نے کہا: ''نہیں۔''

ابوعبدالرحمٰنؒ نے فرمایا: ’’کیا حضورؐ کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس کی تبلیغ کی تھی؟‘‘

قاضی نے کہا: ’’نہیں۔‘‘

ابوعبدالرحمٰنؒ نے دریافت کیا: ’’کیا حضورؐ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بعد حضرت عمرؓ نے اس کی دعوت دی تھی؟‘‘ قاضی نے کہا: ’’نہیں۔‘‘

ابوعبدالرحمٰنؒ نے سوال کیا: ’’کیا حضورؐ اور حضرت ابوبکرؓ وحضرت عمرؓ کے بعد حضرت عثمانؓ نے اس کا پرچار کیا تھا؟‘‘ قاضی نے کہا: ’’نہیں۔‘‘

ابوعبدالرحمٰنؒ نے پوچھا: ’’کیا ان کے بعد حضرت علیؓ نے اس کی طرف بلایا تھا؟‘‘ قاضی نے کہا: ’’نہیں۔‘‘

ابوعبدالرحمٰنؒ نے کہا: ’’تو یہ ایک ایسی بات ہے جس کی دعوت حضورؐ، حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ اور عثمانؓ وعلیؓ میں سے کسی نے نہیں دی اور آپ اس کی دعوت دے رہے ہیں؟ اب یہ بتایئے کہ رسول اللہ ﷺ کو اور حضرت ابوبکر وعمر اور عثمان وعلی رضی اللہ عنہم کو اس عقیدے کا علم تھا یا نہیں؟‘‘

قاضی نے کہا: ’’علم تو تھا۔‘‘

ابوعبدالرحمٰنؒ بولے: ’’آپ کہتے ہیں کہ انہیں علم تھا مگر وہ خاموش رہے۔تو پھر آپ ایسی چیز کی دعوت کیوں دے رہے ہیں جس کی دعوت رسول اللہ ﷺ نے نہیں دی اور لوگوں کو اس کے بغیر چھوڑ دیا۔ پھر تو ہمارے، آپ کے اور تمام مسلمانوں کے لیے گنجائش ہے کہ ہم اس بارے میں خاموش رہیں۔اور اگر آپ کہتے ہیں حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر وعمر اور عثمان وعلی رضی اللہ عنہم کو اس عقیدے کا علم نہیں تھا مگر مجھے علم ہے تو میں کہوں گا، اے احمق بن احمق! یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ حضور ﷺ اور خلفائے راشدین کو ایک عقیدے کا علم نہ ہو اور تم اور تمہارے ساتھی اس سے آگاہ ہوں؟‘‘

قاضی احمد بن ابی دُواد کو چپ لگ گئی۔واثق بھی دنگ رہ گیا۔

ابوعبدالرحمٰنؒ نے کہا: ’’امیر المؤمنین! یہ ایک بات ہوئی۔‘‘

پھر قاضی سے کہا: ’’مجھے بتایئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کہا ہے:

”آج کے دن میں نے مکمل کر دیا تمہارے لئے تمہارا دین۔‘‘

مگر آپ کہتے ہیں کہ دین اس وقت تک مکمل نہیں ہوگا جب تک آپ کے خلقِ قرآن کے عقیدے کو نہ اپنایا جائے۔اب اللہ سچے ہیں جو دین کو مکمل کہہ رہے ہیں یا تم سچے ہو جو دین کو ناقص کہتے ہو؟‘‘

قاضی ابن ابی دُواد سے اب بھی کوئی جواب نہ بنا۔

ابوعبدالرحمٰنؒ نے کہا: ’’امیر المؤمنین! یہ دو باتیں ہوگئیں۔‘‘

دربار میں سناٹا چھایا ہوا تھا۔شیخ نے چند لمحوں کے توقف کے بعد قاضی صاحب سے پوچھا:

''اللہ نے اپنے رسول سے کہا: ''اے رسول! تبلیغ کیجیے اس چیز کی جو آپ کی طرف نازل کی گئی آپ کے رب کی طرف سے۔''

تو آپ کا یہ عقیدہ جس کی آپ لوگوں کو دعوت دے رہے ہیں، ان چیزوں میں شامل تھا یا نہیں جو کہ رسول اللہ ﷺ نے امت تک پہنچائیں؟''

قاضی صاحب اب بھی کوئی جواب نہ دے سکے۔شیخ نے کہا:

''امیر المؤمنین! یہ تین باتیں ہوگئیں۔''

پھر فرمایا: ''اچھا یہ بتایئے اگر حضور ﷺ کو اس عقیدے کا علم تھا جس کا آپ پرچار کرتے ہیں تو کیا حضور ﷺ کے لیے اس بارے میں خاموشی اختیار کرنے کی گنجائش تھی یا نہیں؟''

قاضی نے کہا: ''ہاں ان کے لیے اس کی گنجائش تھی۔''

ابوعبدالرحمٰنؒ نے پوچھا: ''اور کیا اسی طرح حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے لیے بھی؟''

قاضی نے کہا: ''ہاں ان کے لیے بھی گنجائش تھی۔''

ابوعبدالرحمٰنؒ واثق کی طرف متوجہ ہوکر بولے: ''امیر المؤمنین! جس چیز کی رسول اللہ ﷺ اور ان کے صحابہ کے لیے گنجائش ہو اور پھر بھی ہمیں اس کی گنجائش نہ ملے تو اللہ ہمیں کبھی فراخی نصیب نہ کرے۔''

واثق بھی کہہ اٹھا: ''ہاں! جس چیز کی وسعت رسول اللہ ﷺ اور ان کے صحابہ کے لیے ہو اور ہمیں نہ ملے تو اللہ ہمیں کبھی فراخی نصیب نہ کرے۔'' پھر حکم دیا: ''ان کی زنجیریں کھول دی جائیں۔''

جب سپاہی زنجیریں کھولنے آگے بڑھے تو ابوعبدالرحمٰنؒ زنجیروں کو اپنی طرف کھینچنے لگے۔

واثق نے سپاہیوں کو کہا: ''ٹھہر جاؤ۔''

پھر ابوعبدالرحمٰنؒ سے پوچھا: ''انہیں کیوں اپنی طرف کھینچ رہے ہیں؟''

وہ بولے: ''چاہتا ہوں کہ جب میں مروں تو وصیت کر جاؤں کہ یہ زنجیریں میرے ساتھ میرے کفن اور بدن کے درمیان رکھ دی جائیں۔ پھر قیامت کے دن میں اللہ کی بارگاہ میں کہوں: میرے رب! اس بندے سے پوچھ کہ اس نے کیوں مجھے قید کیا اور کیوں مجھے پکڑ کر میرے اہل وعیال کو پریشان کیا۔''

یہ سن کر واثق کا دل بھر آیا اور وہ زاروقطار رونے لگا۔ شامی بزرگ بھی رو رہے تھے اور دربار کا کوئی فرد ایسا نہ تھا جس کی ہچکیاں نہ بندھ گئی ہوں۔ جب آنسو تھمے تو واثق نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا: ''شیخ! مجھے معاف کردیجیے''

ابوعبدالرحمٰنؒ بولے: ''میں نے تو اسی وقت رسول اللہ ﷺ کے خاندان کے احترام میں آپ کو معاف کر دیا تھا جب مجھے گھر سے نکالا گیا تھا۔''

واثق کا چہرہ مسرت سے کھِل اٹھا۔ کہنے لگا: ''آپ ہمارے پاس ہی رہیے۔ مجھے خوشی ہوگی۔''

ابوعبدالرحمٰنؒ نے کہا: ''میرا سرحد پر رہنا زیادہ مفید ہے، میں بوڑھا بھی ہوں۔ میری کچھ ضروریات بھی ہیں۔''

واثق نے کہا: ''آپ جو چاہیں مانگ سکتے ہیں۔''

وہ بولے: ''مجھے اسی جگہ جانے دیں جہاں سے اس ظالم نے مجھے نکالا تھا۔''

واثق نے قاضی احمد بن ابی دُواد کو کہا: ''ان بزرگ کو راستے کا خرچ دے کر روانہ کر دو۔''

واثق نے انہیں مال و دولت پیش کیا مگر وہ کچھ بھی قبول کیے بغیر رخصت ہو گئے۔

یہ پورا واقعہ واثق کے بیٹے مہتدی نے نقل کیا ہے جو اس مجلس میں موجود تھا اور بعد میں خلیفہ بھی بنا۔ اس کا کہنا تھا: ''میں نے اسی مجلس میں غلط عقیدے سے توبہ کر لی تھی اور میرا گمان ہے کہ واثق نے بھی اپنی رائے سے رجوع کر لیا تھا۔'' [کتاب الاعتصام از امام شاطبی]

الغرض عباسی خلافت کو معتزلی ہونے سے بچانے میں امام احمد بن حنبل اور امام ابوعبدالرحمٰن الازدی جیسے اصحابِ عزیمت کی کوششوں کا بہت بڑا دخل تھا اور ان کی مساعی جمیلہ میں ان کے منطقی استدلال اور مناظرانہ صلاحیت کا بہت بڑا دخل تھا۔ بصورتِ دیگر یہ ممکن نہ تھا کہ فردِ واحد تنِ تنہا درباری علماء کے ایک جم غفیر کو مبہوت کر دے۔

عالم اسلام کی تاریخ میں چوتھی صدی ہجری اس لحاظ سے نہایت نازک تھی کہ مرکزِ خلافت بغداد سمیت اکثر ممالک پر باطل فرقے عسکری طاقت کے ذریعے مسلط ہو گئے تھے۔ ایسے نازک حالات میں جن علماء نے سنت کو محفوظ رکھا اور غلط عقائد و نظریات کی تردید میں جاں توڑ کوششیں کیں، ان میں امام ابوبکر باقلانی کا نام نامی ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ انہیں ''شمشیرِ سنت'' اور ''لسان الامت'' کے القاب سے یاد کیا جاتا تھا۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''بغداد میں یہی وہ فرد تھے جو حدیث و سنت اور عقلیات و منطق کے ساتھ استدلال کر کے مختلف فرقوں کے امراء کی موجودگی میں مناظرے کرتے تھے حالانکہ اس وقت حکومت انہی لوگوں کی تھی۔''

[سیر اعلام النبلاء: ۱۷/۵۵۸]

اسی طرح افریقہ پر جب بنوعبید نے قابض ہو کر وہاں جبراً اپنے باطل نظریات کو مسلط کرنے کی کوشش کی اور ان کے داعی لوگوں کو ورغلانے کے لیے ہر طرف پھیل گئے تو ایسے میں علماء کی ایک پوری کھیپ

ان داعیوں سے مناظروں کے لیے میدان میں اتر آئی جن میں علامہ ابوبکر قمودی، شیخ عبداللہ بن تبان، شیخ ابو عثمان سعید بن محمد الحداد اور شیخ ابراہیم بن محمد الضبی رحمہم اللہ سب نمایاں تھے۔ شیخ ابراہیم بن محمد اسی جدوجہد میں شہید کردیے گئے مگر حق کے پرچم کو نہ گرنے دیا۔

برصغیر پر استعماری طاقتوں کے تسلط کے بعد یہاں عیسائی مشنریوں کی ایک فوج دَر آئی اور لوگوں کو ایمان سے محروم کرنے کے لیے کوشاں ہوئی تو ایسے میں حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا رحمت اللہ کیرانوی اور مولانا محمد علی مونگیری رحمہم اللہ جیسی ہستیوں نے مناظرے اور مباحثے کر کے نصرانیت کے بطلان کو آشکار کیا۔ قریبی دور میں یہی کام شیخ احمد دیدات مرحوم نے کیا اور بین الاقوامی سطح کے مناظروں میں پادریوں کو شکستِ فاش دے کر اسلام کی حقانیت کو ثابت کیا۔

فتنہ قادیانیت نے اپنا جال پھیلایا تو علماء کی ایک جماعت میدانِ مناظرہ میں اتری جن میں حضرت مولانا محمد علی جالندھری، حضرت مولانا لال حسین اختر، حضرت مولانا محمد حیات، حضرت قاضی احسان احمد شجاع آبادی اور حضرت مولانا منظور چنیوٹی رحمہم اللہ جیسے اکابر پیش پیش رہے۔ اسی طرح حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوری، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری، حضرت مولانا محمد منظور نعمانی، حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی، حضرت مولانا دوست محمد قریشی، حضرت مولانا عبدالستار تونسوی، حضرت مولانا محمد امین صفدر، علامہ علی شیر حیدری اور ابھی حال ہی میں رحلت فرمانے والے ہمارے مشفق بزرگ حضرت علامہ خالد محمود رحمہم اللہ جیسے اکابر جو علم عمل اور اخلاص و معرفت کے پہاڑ تھے، اپنے اپنے ادوار میں فرقِ باطلہ کے تعاقب اور ان سے مباحثوں و مناظروں کے حوالے سے حق کی نشانیاں شمار ہوتے تھے۔ ان اکابر کی یہ صلاحیتیں خداداد تھیں مگر اس کے ساتھ محنت، مطالعہ، تجربے اور مشق کو بھی اس میں بڑا دخل تھا جس کی بدولت یہ حضرات فنِ مناظرہ کے اساتذہ شمار ہوئے۔

اس سارے پسِ منظر میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ فنِ مناظرہ دیگر علوم وفنون کی طرح ایک مفید، قابلِ تعظیم اور اہم فن ہے۔ یہ علماء کی شان اور ان کا وقار ہے۔ بڑے بڑے جلیل القدر اساطینِ اُمت اس فن کے ماہر تھے۔ علامہ حاجی خلیفہ کاتب چلپی فرماتے ہیں: ’’**الغرض فی المناظرة: إظهار الصواب**‘‘ مناظرہ کی غرض صحیح بات کو ظاہر کرنا ہے۔‘‘ [کشف الظنون: ۱/۱۱] یعنی مناظرہ کا مقصد مثبت ہے۔ یہ علمی بحث کا ایک طریقہ ہے جس میں تحقیق کے تمام ذرائع استعمال کیے جاسکتے ہیں۔

مناظرہ کے بعد ایک اور طریقِ بحث ہے جسے ’’مجادلہ‘‘ کہا جاتا ہے۔ مجادلہ کے بارے میں حاجی خلیفہ فرماتے ہیں: ’’**والغرض من الجدل والخلاف: الإلزام**‘‘ مجادلہ کا مقصد الزام ہے۔ [کشف الظنون: ۱/۱۱] یعنی مخالف کو الزامی جواب کے ذریعے خاموش کرانا مجادلہ کہلاتا ہے۔ مجادلہ کی ضرورت وہاں

پڑتی ہے جب ایک حق بات ثابت ہوچکی ہو اور فریقِ مخالف کے پاس اسے رَد کرنے کے لیے کوئی دلیل نہ ہو تو وہ بلاوجہ ضد کا راستہ اختیار کرتا ہے اور علمی بحث سے گریز کرتا ہے۔ایسے لوگوں کے بارے میں قرآن مجید کی تعلیم احسن طریقے سے مجادلہ کرنا ہے ۔ارشادِ باری ہے:''ان کے ساتھ اچھے طریقے سے بحث کیجئے۔'' [سورۂ نحل: آیت نمبر ایک سو پچیس] حافظ ابن کثیر یہاں ''احسن'' کی تشریح یہی کی ہے کہ نرمی اور خوش اسلوبی سے بحث کی جائے۔

رہی بات اُس طرزِ بحث کی جو کچھ ابنائے زمان کا شیوہ ہے جس میں ایک دوسرے کو بے نقط سنائی جاتی ہیں اور پشتوں تک کوکوسا جاتا ہے، یہ نہ تو مناظرہ ہے اور نہ ہی یہ وہ مجادلہ ہے جس کی اجازت قرآن مجید نے دی ہے۔ایسے لوگوں کی وجہ سے فنِ مناظرہ کو محض لفاظی، چرب زبانی اور کٹ حجتی سمجھا جانے لگا ہے۔ جھگڑے اور فساد کو مناظرہ کہا جانے لگا ہے۔ چیخ وپکار کرنے ،اپنے لوگوں کو اشتعال دلانے اور مخالفین کو بے نقط سنانے والا بڑا مناظر ہونے کا مدعی ہوگیا ہے۔جبکہ اس طرز کا نہ کوئی دینی فائدہ ہے نہ دُنیوی۔ان چیزوں کا فنِ مناظرہ سے بھی کوئی تعلق نہیں۔اس سے محض نفرتیں جنم لیتی ہیں اور معاشرہ ابتری کا شکار ہوتا ہے۔یہ طرز شریعت میں محمود نہیں مذموم ہے۔

قرآن حق کی طرف بلاتا اور اسی کی پیروی کرنے کی تاکید کرتا ہے اور فنِ مناظرہ اسی حق کی حقانیت کو عیاں کرنے کا نام ہے۔ یہ پہلو بھی قابلِ غور ہے کہ آج کل مناظرہ کو محض اعتقادی ابحاث کے لیے خاص سمجھا جاتا ہے۔جبکہ ماضی میں ہر قسم کے علوم وفنون سے متعلقہ مسائل پر مناظرے ہوا کرتے تھے۔صرف ونحو کے قواعد، شعری تراکیب، بلاغت اور معانی کے دقائق اور فنِ ریاضی وجیومٹری کے مسائل پر بھی مناظرے ہوتے تھے۔مختلف فنون پر مناظروں کے سلسلے بعض اوقات کئی کئی ہفتوں تک جاری رہتے تھے۔ بڑے بڑے سلاطین، نواب اور شرفاء ایسی مجالس میں نہایت دلچسپی سے شریک ہوتے تھے۔فقہی مسائل پر ہمارے عظیم القدر فقہاء اور ان کے تلامذہ کے مابین مناظرے ہوتے رہے ہیں۔ان مجالس سے بہت سے مسائل کا تصفیہ ہوا۔انہی مجالس کی برکت تھی کہ اکثر مسلمانوں کی فقہی وابستگی ان چار مکاتب فکر تک محدود رہ گئی جن کے پاس دلائل زیادہ قوی تھے، ورنہ مجتہد فی المذہب فقہاء کی تعداد تو بہت تھی جن میں امام اوزاعی، امام بقی بن مخلد، امام ابن جریر طبری، ابن منذر نیشاپوری اور امام ابن حزم رحمہم اللہ جیسے حضرات کے نام مشہور ومعروف ہیں۔

آج بھی ضرورت ہے کہ اسلاف اور اکابر کے طرز پر مناظرہ کی تربیت حاصل کی جائے اور اسے مثبت اور تعمیری مقاصد کے لیے استعمال کیا جائے۔

☆......☆......☆......☆

مقام صفدر......اکابر علمائے دیو بند کی نظر میں!

’’مولانا طارق جمیل صاحب کی ایک گفتگو کی ریکارڈنگ ہم تک پہنچی ہے، جس میں وہ امین ملت مناظر اسلام وکیل احناف حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی مناظرانہ خدمات کا تذکرہ استہزاء وتمسخر کے ساتھ کر رہے ہیں۔ درج ذیل سطور میں اکابر علماء دیو بند کی چند جلیل القدر ہستیوں کی زبانی حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ کی زندگی بھر کی مناظرانہ خدمات کو خراج تحسین پیش کیا جا رہا ہے۔ اِن سطور سے جہاں حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ کی بلند پایہ خدمات کی جھلک دکھائی دیتی ہے وہیں مولانا طارق جمیل کی جہالت، تعصب اور تعلّی بھی بخوبی نمایاں ہو جاتی ہے۔‘‘ [ادارہ]

(۱)......امام اہل سنت شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ اہل السنۃ والجماعۃ بلکہ اہل اسلام کے لیے اللہ تعالیٰ کی نعمت عظمیٰ تھے، کیونکہ انہوں نے صرف سنت کی حفاظت کے لیے اہل بدعت سے ہی ٹکر نہیں لی بلکہ تمام ادیان باطلہ کے حملوں سے دین اسلام کو بچانے کے لیے اپنی جان، مال، عزت وآبرو کو صرف کیا۔‘‘ ۵۷

(۲)......قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’امین ملت، ترجمان اہل سنت، وکیل حنفیت مولانا محمد امین صفدر صاحب اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرتِ آیات سنی ملت کے لیے ایک عظیم سانحہ ہے۔...... اگر علمی اور تحقیقی حیثیت سے مولانا اوکاڑوی مرحوم کی تبلیغی خدمات کا جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت تسلیم کرنی پڑتی ہے کہ انہوں نے مثبت ومنفی دونوں پہلوؤں سے دین حق اور علمائے حق کے حقوق کے تحفظ کا فریضہ بطریق احسن انجام دیا ہے۔...... اگر مناظرہ کی ضرورت پڑی ہے تو خداداد صلاحیتوں سے کام لے کر مخالفین کا ناطقہ بند کیا ہے۔...... آپ دورِ حاضر میں بلا مبالغہ سلطان المناظرین تھے۔‘‘ [ماہنامہ حق چار یار، اوکاڑوی نمبر: ۱۵/تا ۵۵]

(۳)......شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’مولانا محمد امین صفدر رحمۃ اللہ علیہ ہمارے مسلک اہل سنت وجماعت کے ایک عظیم سرخیل تھے۔ ردمبتدعین کے سلسلہ میں ان کی گرانقدر خدمات سنہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہیں۔ ان کی مساعی جمیلہ سے اس ملک میں خوارج اور معتزلہ کے عقائد سے متاثرین کا سیلاب پوری قوت استدلال اور تبحر علمی سے روک دیا گیا۔ وہ دین حق کا ایک روشن چراغ تھے، جس سے بے شمار مشعلیں روشن ہوئی ہیں۔ ان کو ایک

عالم حق، باعمل وبااخلاص ہونے کی وجہ سے ہمیشہ یادرکھاجائے گا۔'' [حق چار یار، اوکاڑوی نمبر: ۹]

''حضرت مولانا محمد امین صفدر ہمارے اس دور کے باکمال انسان اور فاضل عالم دین تھے، جنھوں نے علم وتحقیق اور بحث ومناظرہ میں اپنے اسلاف کی روایات کوزندہ کیا۔ بلاشبہ وہ اکابر علمائے دیوبند کے صحیح ترجمان اور سچے جانشین تھے۔'' [ماہنامہ الخیر، اوکاڑوی نمبر: ۱۱]

(۴)......مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلندشہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی صاحب.. پاکستان کے جلیل القدر عالم اور مناظر ہیں۔'' [۲۵۶]

مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے منتخب فرمایا، انہوں نے غیر مسلموں سے بھی مناظرے کیے اوران کو نیچا دکھلایا، اور وہ فرقے جو مدعیان اسلام تھے لیکن حدود اسلامی کو پار کر چکے تھے ان سے بھی مناظرے کیے اور سب کو مغلوب کردیا۔'' [الخیر، اشاعت خاص: ۷۶]

(۵)......شیخ الکل حضرت مولانا سلیم اللہ خان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''حقیقت یہ ہے کہ مولانا محمد امین صفدر صاحب مرحوم کا وجود فتنوں اور باطل نظریات کے ہمارے اس دور میں بڑی نعمت تھا، اِس پرفتن دور میں سلف صالحین کے صحیح مسلک، اہل السنۃ والجماعۃ کے صحیح عقائد کی حفاظت، باطل نظریات اور من گھڑت افکار کی نشان دہی اوران کا تعاقب کرنے کی خاص توفیق اللہ جل شانہ نے اپنے بعض خاص بندوں کو عطا فرمائی، مولانا مرحوم ان ہی باتوفیق رجال علم میں سے تھے۔'' [الخیر: ۱۵]

(۶)......شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد صدیق رحمہ اللہ [شیخ الحدیث: جامعہ خیر المدارس] لکھتے ہیں:

''میرے نزدیک حضرت مولانا محمد امین صاحب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صدق نبوت کی ایک دلیل تھے۔ ......حضرت مولانا محمد امین صاحب بیک وقت اکیلے تمام اہل باطل کی تردید کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔... بیک وقت بریلوی، شیعہ، عیسائی، بہائی، مسعودی، منکرین حیات کی تردید پرقادر تھے۔......مولانا محمد امین صاحب حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی کرامت تھے۔......مولانا موصوف مناظرہ کرنے میں مجتہدانہ شان رکھتے تھے۔'' [ماہنامہ الخیر، اوکاڑوی نمبر: ۱۷]

(۷)......مولانا مفتی عبدالستار رحمہ اللہ [صدر مفتی: جامعہ خیر المدارس ملتان] لکھتے ہیں:

''صرف غیر مقلدین کے لیے ہی نہیں بلکہ کسی بھی فرق باطلہ کی طرف سے جب انھیں دعوتِ مبارزت دی گئی تو انھوں نے کامیابی سے اس کا مقابلہ کیا۔ مولانا مرحوم تمام اہل السنۃ والجماعۃ اور دینی جماعتوں کی مشترکہ متاع تھے۔ مولانا مرحوم کا ایک خصوصی وصف ان کی سادگی، تواضع وانکساری تھی۔'' [۱۴]

(۸)......ترجمان اہل حق مولانا ابوبکر غازی پوری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''مولانا اوکاڑوی سے مل کر مجھے اندازہ ہوا کہ یہ شخصیت اس سے کہیں بلند ہے جس کا تصوران کے

رسائل پڑھ کر مجھے ہوا تھا، وہ نہ صرف رد غیر مقلدیت بلکہ تمام باطل مذہبوں اور فرقوں عیسائی، قادیانی، پرویزی، بریلوی وغیرہ کے رد میں ہر طرح تیار ہیں۔ اور ان کا مطالعہ بڑا وسیع اور ہمہ گیر ہے، ان کا حافظہ بے پناہ ہے۔...... پاکستان جا کر معلوم ہوا کہ مولانا کی چوٹی کا مناظر اس وقت پاکستان میں دوسرا نہیں، جو تمام باطل فرقوں کے مقابلے میں تن تنہا ڈٹ جائے۔'' [حق چاریار اوکاڑوی نمبر:۲۵۷]

(۹)......حکیم العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ مذاہب باطلہ کی تردید اور احقاق حق کے امام تھے، اللہ تعالیٰ نے ان سے بے مثال کام لیا ہے، ان کے طرز مناظرہ اور استدلال اور قرآن وحدیث کے الفاظ سے نکات کا نکالنا علماء ومدرسین کو بھی حیرت میں ڈال دیتا تھا۔'' [الخیر، اشاعت خاص:۸۰]

(۱۰)......حضرت مولانا محمد حسن جان شہید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''مناظر اسلام اور ترجمان اہل حق حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ کے سانحہ ارتحال کی خبر سن کر نہایت غمگین اور آبدیدہ ہوا اور بجز انا للہ وانا الیہ راجعون اور انا للہ ما اخذ ولہ ما اعطی وکل عندہ باجل مسمی پڑھنے کے علاوہ زبان پر سکتہ طاری ہوا، موصوف اور مرحوم کی وفات سے عالم اسلام میں اور خصوصاً علماء حق کی صفوں میں بڑا خلا پیدا ہوا، جس کا پر ہو جانا بڑا مشکل ہوگا۔'' [الخیر، اشاعت خاص:۷۹]

(۱۱)......شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مد ظلہم [صدر: وفاق المدارس] فرماتے ہیں:

بلاشبہ حضرت مولانا محمد امین صفدر مرحوم اپنے دور کے عظیم انسان تھے، اللہ تعالیٰ نے انھیں خداداد حافظہ اور قابل رشک حسن بیان کی سعادت سے سرفراز فرمایا تھا...... ہم نے مولانا کو قریب سے دیکھا اور خوب دیکھا کہ وہ ہر موضوع پر کامل دسترس رکھتے تھے...... وہ مشکل سے مشکل مسئلے کو اس خوبصورتی اور سلاست سے بیان فرماتے کہ ایک معمولی پڑھا لکھا آدمی بھی اسے باسہولت ذہن نشین کر لیتا۔ چناچہ ہمارا مشاہدہ ہے کہ ان کی صحبت وہم نشینی نے ایسے بہت سے حضرات کو مناظر بنا دیا ہے جو چنداں عالم وفاضل نہ تھے۔

الغرض مولانا کے کمالات اور خداداد صلاحیتوں کو دیکھنے پر بے اختیار جی میں آتا ہے کہ بلاشبہ آپ ''آیت من آیات اللہ'' یعنی اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے۔ [الخیر، اشاعت خاص:۵۶]

(۱۲)......عارف باللہ شاہ حکیم محمد اختر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''مولانا مرحوم فرق باطلہ کے خلاف ایک عظیم مناظر تھے...... لیکن اس بحث ومباحثہ میں بھی وہ حد اعتدال سے تجاوز نہ کرتے تھے۔...... مولانا کا امت مسلمہ پر یہ عظیم احسان ہے کہ جہاں بھی مسلک حقہ کے خلاف آواز اٹھتی تو اس کا جواب دیتے، اِس طرح وہ ہم سب کی طرف سے فرض کفایہ ادا کرتے رہے۔......

وہ نامور مناظر اور فقہ حنفی کے مایہ ناز ترجمان تھے۔ان کی عظیم خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔''[۸۷]

(۱۳)......شیر اسلام حضرت مولانا علامہ علی شیر حیدری شہید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''بندہ کی سمجھ میں نہیں آتا کہ کن الفاظ سے اس عظیم ہستی کو خراج تحسین پیش کروں، وہ مرد قلندر کہ بظاہر ایک معمولی اور درویش انسان نظر آتا ہو،لیکن اپنے دور کے جبال علم بھی اس سے اقتباس اور اکتساب کرتے نظر آئے، جن کا نام سن کر ہر باطل گھبرا جاتا تھا اور اہل حق کے ہر دشمن کو جن کا سامنا ''سکرۃ الموت'' نظر آتا، جس نے کئی مسائل میں احناف کو زبان عطا کی، جس کے دلائل کا سامنا باطل کے کسی نمائندہ سے نہ ہوسکا اتنے بڑے مناظر اور متکلم ہونے کے باوجود متانت اور سنجیدگی کا یہ عالم کہ جیسے غصہ غیظ وغضب سے بالکل آشنائی ہی نہیں ہو،اور غصہ دلانے میں مخالف کا ہر حربہ ناکام رہا، بلکہ خود مقابل کو پھیکا ہوکر خفت وذلت ''اعتراف شکست'' کرنا پڑا۔......اب ان کے بعد اگر چہ یقین ہے کہ اللہ تعالی اپنے دین کا خود محافظ ہے اور خود ہی انتظام فرمائے گا،اور اللہ پاک نے اہل حق کو بہت بڑے جبال علم وعمل عطا فرمائے ہیں،لیکن بندہ ذاتی طور پر بہت پریشان رہتا ہے، اور ہر وقت دعا گو ہے کہ اے خداوند قدوس!اپنی خصوصی رحمت سے پھر کوئی صاحبِ امانت پیدا فرما اور اہل حق کو پھر کوئی محمد امین عطا فرما جو ہر باطل کے لیے صفدر ہو۔''[الخیر:۸۱]

(۱۴)......شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوری شہید رحمہ اللہ قم طراز ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ کو غیر معمولی صفات وکمالات سے نوازا تھا۔......اتنے بڑے عالم، فاضل، محقق، مناظر ہونے کے باوجود ان میں خود رائی وخودروی نام کو بھی نہیں تھی۔......یوں تو مناظرہ میں کامیابی اور کبھی شکست نہ کھانے کے دعویدار بہت مل جائیں گے،لیکن اس کے حقیقی مصداق حضرت مولانا محمد امین صفدر رحمہ اللہ ہی تھے۔......مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی کی شخصیت کو یہ شرف حاصل تھا کہ جدید سے جدید فتنوں کے خلاف ان کے پاس قرآن وسنت کے دلائل وبراہین کا انبار تھا۔ چنانچہ عیسائیت، قادیانیت، غیر مقلدیت، بریلویت، جماعت المسلمین، حزب اللہ، منکرین حدیث اور منکرین حیات النبی اور دوسرے فتنہ گروں کے مقابلے میں انھوں نے بیسیوں مناظرے کیے اور ہمیشہ سرخرو ہوکر لوٹے۔ بلا شبہ آپ آیت من آیات اللہ کا مصداق تھے۔......شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ کو بھی موصوف سے بے حد قلبی تعلق تھا،اور آپ کی عظمت، علمی استعداد، فقہی اور حدیثی خدمات کا بے حد اعتراف..اور دل کی گہرائیوں سے قدر کرتے تھے۔''[حق چاریار،اوکاڑوی نمبر:۳۲۴]

تمام حوالہ جات ماہنامہ حق چار یار لاہور اپریل ۲۰۰۱ء اور ماہنامہ الخیر ملتان اگست ۲۰۰۱ء کی اشاعت خاص بیاد: مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ سے لئے گئے ہیں۔

☆......☆......☆......☆

مولانا ابوسفیر خیر الامین قاسمی، مردان

مولانا طارق جمیل !......کس راستے پر چل پڑے !؟

چند دن قبل آزاد مبلغ مولانا طارق جمیل صاحب نے اپنے ایک بیان میں موضوعی اور اسرائیلی روایت کی آڑ لے کر حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق ایسے کلمات کہے جو کسی بھی طرح ایک نبی کے شایان شان نہیں! اس پر امت کے علماء کرام نے اپنے بیانات میں تنقید فرمائی۔ لیکن تا حال مولانا کا اعلانیہ رجوع سامنے نہیں آیا۔ اَب مولانا کا ایک نیا بیان سامنے آگیا ہے جس نے علماء وطلبہ اور عوام الناس کی کثیر تعداد کا دِل دکھا دیا۔ اس بیان میں آزاد مبلغ نے حجۃ اللہ فی الارض رئیس المناظرین حضرت علامہ محمد امین صفدر اوکاڑوی ؒ کی خدمات کا مذاق اُڑایا ہے اور احقاق حق وابطال باطل کے اہم شعبہ اور فریضہ کو تباہی وبربادی کا نام دیا ہے۔ زیر نظر مضمون میں ہم آزاد مبلغ صاحب کی گفتگو کا خلاصہ نقل کر کے اس پر تبصرہ کریں گے۔

مولانا طارق جمیل کا بیان:

''میں نے کہا: صفدر کون سا فاتح ہے؟ نام فتوحات صفدر، تو پھر میں نے اندر دیکھا تو میں نے اپنا سر پیٹ لیا، وہ امین صفدر اوکاڑوی صاحب نے جو غیر مقلدوں سے مناظرے کیے، وہ کتاب بنی ہوئی تھی فتوحات صفدر!! میں نے کہا: سبحان اللہ!! واہ واہ!! کیا علم ہے (استہزاء کے لہجے میں) کہ مسلمانوں سے لڑائی کو فتوحات صفدر!! بھلا مناظرے کرنا بھی کوئی دین کا کام ہے؟ مناظرے کرنا تو نری کی نری تباہی اور بربادی کا کام ہے۔ کیونکہ ہمارے علماء تاریخ نہیں پڑھتے، اور اُن کو واہ واہ کرنے والے ہر جگہ مل جاتے ہیں۔'' (بیان کا دورانیہ ۴۶ ر سیکنڈ۔ شائع کرنے والے اسلام کی آواز آفیشنل والے ہیں۔)

☆...... پہلا **جملہ**:

''صفدر کونسا فاتح ہے؟''

آپ اگرچہ امین ملت حضرت اوکاڑوی ؒ کو فاتح تسلیم نہیں کرتے، لیکن زعماء امت اور جبال العلم حضرت ؒ کو کس نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ چند حوالے ملاحظہ کریں۔

۱)۔استاد المحدثین شیخ سلیم اللہ خان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''مولانا محمد امین صفدر صاحب مرحوم نے زندگی کا اکثر حصہ باطل نظریات اور غلط عقائد کے حامل فرقوں کے رد اور تعاقب میں صرف کیا۔......ان کے جانے سے جو خلاء پیدا ہوا ہے اسے اپنے فضل کرم سے

پر فرمائیں۔آمین۔'' [الخیر:حضرت اوکاڑوی نمبر:۱۶]

۲)-قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ تحریر فرماتے ہیں کہ:''

''مولانا مرحوم نے تحریر وتقریر کے ذریعے کفر وشرک الحاد وزندیقت انکار وتوہین رسالت ورافضیت، بدعت وخارجیت مماتیت غیر مقلدیت ومودودیت پرویزیت ومسعودیت وغیرہ فتنوں کی نشاندہی کی ہے۔ اگر مناظرہ کی ضرورت پڑی ہے تو خداداد صلاحیتوں سے کام لے کر مخالفین کا ناطقہ بند کیا ہے۔'' [۲۲]

۳)-امام اہل سنت شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ اہل سنت والجماعت بلکہ اہل اسلام کے لیے اللہ کے نعمت عظمی تھے۔......انہوں نے احقاق حق اور ابطال باطل کا فریضہ اس صورت میں ادا کیا کہ ماضی میں اس کی مثال کہیں خال خال ملے گی اور زمانہ حال ان کی نظیر سے خالی ہے اور مستقبل درجہ اسباب میں تاریک نظر آتا ہے۔[ایضا:۷۵]

اب دیکھیں! ایک طرف اکابرین حضرت اکاڑویؒ کے مناظروں کو احقاق حق اور ابطال باطل کا فریضہ سمجھتے ہیں اور دوسری طرف آپ کی مبارک شخصیت ان کو فاتح تسلیم کرنے کی بجائے ان کے کام کو تباہی وبربادی کا نام دیتے ہیں۔

☆......دوسرا **جملہ**:

''نام تھا فتوحاتِ صفدر!!''

آزاد مبلغ طارق جمیل صاحب کو تعجب فاتح یا فتوحات کے لفظ سے ہوا ہے۔اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مولانا صاحب فتوحات کا مطلب صرف ''جنگ اور لڑائی کے ذریعہ حاصل شدہ فتح'' کا لیتے ہیں۔حالانکہ صرف اسی میں حصر درست نہیں۔بلکہ دلائل وبراہین کے میدان میں اہل بدعت پر غلبہ پانے کو بھی فتح کہا جاتا ہے۔علماء دیوبند کے معروف ومشہور مناظر حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ کے مناظرے ''فتوحات نعمانیہ'' کے نام سے ہی شائع شدہ ہیں۔اکابر اہل سنت میں سے کبھی کسی نے اس پر اعتراض نہیں فرمایا کہ: مناظروں کی روئیداد کا نام ''فتوحات'' کیوں رکھا۔لہٰذا حضرت اوکاڑویؒ کے کامیاب مناظروں کا نام اگر فتوحات صفدر رکھا گیا ہے۔تو مولانا کو تعجب نہیں ہونا چاہیے۔

لطیفہ:

آزاد مبلغ صاحب کی بعض کارگزاریاں ایک رسالہ میں جمع کی گئی ہیں اور اس کا نام ہے:''فتوحات طارق جمیل'' اور ٹائٹل پر لکھا ہے: حضرت مولانا طارق جمیل دامت برکاتہم کی تبلیغی زندگی کی ایمان افروز اور

روح پرور کارگزاریاں۔“

اب اگر مولانا کی طرح کوئی کہے کہ:”میں نے کہا کہ یہ طارق جمیل کونسا فاتح ہے؟ نام فتوحات طارق جمیل۔تو پھر میں نے اندر دیکھا تو میں نے اپنا سر پیٹ لیا۔ بھلا مسلمانوں سے مذاکرہ کرنا بھی فتح کی کوئی قسم ہے؟

☆......تیسرا **جملہ**:

”مناظرہ بھی کوئی دین کا کام ہے۔مناظرہ کرنا تو نری تباہی اور بربادی کا کام ہے۔“

مولانا کے علم میں اضافے کے لیے چند حوالہ جات تحریر کیے جاتے ہیں:

۱-احادیث طیبہ میں حضرت آدم و حضرت موسی علی نبینا وعلیہما السلام کے مناظرے کا ذکر موجود ہے۔[بخاری، کتاب الانبیاء، باب وفاۃ موسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم وذکرہ بعدہ، رقم:۳۴۰۹، کنزالعمال:۱/۱۲۱]

۲-حضرت امام ابوحنیفہؒ کا فاتحہ خلف الامام پر مناظرہ۔[مناقب موفق:۱/۱۷۸، مناظرہ:۱۹۱]

۳-رفع یدین کے متعلق امام ابوحنیفہؒ اور امام اوزاعیؒ کا مناظرہ۔[سیرۃ النعمان:۸۹، مناظرہ:۱۸۳]

۴-شیخ الحدیث حضرت مولانا منیر منور صاحب علامہ علاء الدین حصکفی کے حوالہ سے لکھتے ہیں:”المناظرة فی العلم لنصرة الحق عبادة.“[درمختار:۹/۶۰۶، بحوالہ اصول مناظرہ:۲] ترجمہ: غلبہ حق کے لیے مناظرہ عبادت ہے۔

۵-سورۃ النحل[آیت:۱۲۵] کے تحت علامہ ابوالبرکات حافظ الدین عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی [المتوفی:۷۱۰ھ] لکھتے ہیں:” وهو رد علی من یابی المنا ظرة فی الدین. “[تفسیر مدارک:۲/۲۴۲، مکتبہ رحمانیہ] ترجمہ: اس آیت میں اس آدمی کی تردید ہے جو دین میں مناظرہ کا قائل نہیں۔

اب ایک طرف انبیاء و ائمہ کے مناظرے ہیں اور اکابر کے اقوال ہیں جو مناظرہ کو عبادت کہتے ہیں۔ بلکہ منکر مناظرہ کو نص قرآنی کا منکر بتاتے ہیں اور دوسری طرف آزاد مبلغ مولانا طارق جمیل صاحب ہیں جو مناظرہ کو تباہی و بربادی سے تعبیر کرتے ہیں۔

اکابرین دیوبند سے چند حوالہ جات:

۱-علامہ ادریس کاندھلویؒ ”ادع الی سبیل ربك بالحکمة“ کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اگر بحث و مباحثہ کا وقت آن پڑے تو نہایت عمدہ طریقے کے ساتھ ان سے مناظرہ کرو۔“

[معارف القرآن:۴/۴۲۶]

۲-امام اہل سنت شیخ سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نمرود سے مناظرہ: باپ کے ساتھ الگ مناظرہ ہورہا ہے، قوم کے ساتھ الگ مناظرہ ہورہا ہے، وقت کے بادشاہ کے ساتھ الگ مناظرہ ہورہا ہے۔'' [ذخیرۃ الجنان: ۳۵۹/۲]

۳۔حکیم الامت مصلح الامت حضرت شاہ اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں:

''فن مناظرہ مستقل فن ہے۔'' [حسن العزیز: ۴]

''قرآن مجید میں **جادلھم** صیغہ امر آیا ہے، اور **لا تجادلوا** کے بعد **الا بالتی ھی احسن** کا استثناء آیا ہے۔ جو خود احادیث میں حضورؐ کا نصاری سے محاجہ (مناظرہ) کرنا وارد ہے۔..ائمہ دین نے سلفاو خلفا محاجہ (مناظرہ) کیا ہے اور بہت سی تصانیف اس باب میں ان حضرات کی موجود ہیں۔'' [حقوق العلم: ۷۳] نوٹ: مندرجہ بالا عبارات تحفۃ العلماء [۴۳۲/۱] میں موجود ہیں۔

☆......چوتھا **جملہ**:

''ہمارے علماء تاریخ نہیں پڑھتے اور ان کو واہ واہ کرنے والے ہر جگہ مل جاتے ہیں۔''

غالباً مولانا تاریخ نہ پڑھنے کا طعنہ مطلق نہیں دیتے بلکہ مناظرے کے حوالے سے کہتے ہیں کہ ہمارے اکابر مسلمانوں سے مناظرے نہیں کرتے تھے۔ لیکن یہ بھی صرف حضرت صاحب کا سوء ظن ہے اور خود اکابرین دیوبند بلکہ اسلام کی چودہ سوسالہ تاریخ سے عدم واقفیت کی دلیل ہے۔

اولاً: تاریخ گواہ ہے کہ ہمارے اسلاف اور متکلمین حضرات نے معتزلہ، قدریہ اور جبریہ مختلف فرقوں کے ساتھ مناظرے کیے ہیں۔ اور یہ سارے بزعم خود مدعیان اسلام فرقے ہیں بلکہ معتزلہ کا یہ نعرہ تو ''شرح عقائد'' کے ابتدائی صفحات میں موجود ہے کہ ہم ''اصحاب العدل والتوحید'' ہیں۔

ثانیاً: روافض کے ساتھ ہمارے اکابرین کے مناظرے موجود ہیں تحریراً اور تقریراً دونوں طرز پر۔

دُور جانے کی ضرورت نہیں آپ علامہ عبدالستار تونسوی رحمہ اللہ کے صرف ایک مشہور ''مناظرہ باگڑ سرگانہ'' کا مطالعہ کرلیں تو دونوں باتیں سامنے آجائیں گی۔ شیعیت کا کفر اور روافض کے ساتھ ہمارے اکابر کے مناظرے۔ ہم خرما ہم ثواب۔

حضرتؒ کا یہ مناظرہ متواتر تین دن تک اہل تشیع کے ساتھ ملتان میں بمقام باگڑ سرگانہ جاری رہا۔ اور موضوع اس کا تھا تحریف قرآن۔ اہل تشیع کی طرف سے مناظر محمد اسمعیل گوجروی تھے۔ کتابی شکل میں بنام ''بے نظیر ولاجواب مناظرہ'' موجود ہے۔ شاید یہی کتاب آپ کی ہدایت کا سبب بن جائے اور اہل تشیع کے کفر پر آپ بھی اکابرین دیوبند کی طرح مطمئن ہوجائیں۔

ثالثاً: اہل بدعت (رضاخانی ٹولہ) کے ساتھ ہمارے اکابرین دیوبند کے مناظرے موجود ہیں اور

خود تاریخ کے اوراق نے اپنے اندر سنبھالے ہوئے ہیں۔ حالانکہ رضا خانی خود کو مسلمان کہتے ہیں۔

چونکہ مولانا نے تاریخ کا طعنہ دیا ہے تو سر دست تاریخ کے حوالے سے چند اکابرین کے حوالے ملاحظہ فرمالیں۔

۱- سید محبوب رضویؒ نے تین جلدوں میں دار العلوم دیوبند کی تاریخ لکھی ہے اور اس پر مقدمہ لکھنے والے حکیم الاسلام قاری محمد طیبؒ مہتمم دار العلوم دیوبند ہیں۔ ابن شیر خدا حضرت مرتضی حسن چاند پوریؒ کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

''نہایت ذکی اور طباع تھے ظرافت مزاج میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، ان کے وعظ و تقریر کی بڑی شہرت تھی۔ اور مناظرے میں تو ان کا پایا بہت ہی بلند تھا، بدعات (رضا خانیت) اور قادیانیت کے رد میں انھیں بڑا شغف تھا۔ مناظرے کی فن میں ان کی بہت سی کتابیں چھپ چکی ہیں جو اپنے موضوعات پر قابل قدر مباحث سے معمور ہیں۔ [تاریخ دار العلوم دیوبند: ۶۳/۲]

۲- مولانا صاحب بزعم خود جس جماعت کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں، اگرچہ مولانا کا دعوت و تبلیغ کا طریق اب تبلیغی جماعت کے طرز پر نہیں۔ خود مولانا کو بھی اس کا اقرار ہے۔ اور حضرت امام اہل سنتؒ کے تائید یافتہ مکتوب میں بھی اس کی تصریح موجود ہے۔ اسی لیے ہم نے مولانا کو ''آزاد مبلغ'' کے لقب سے یاد کیا ہے کہ مولانا، تبلیغی جماعت کے اکابر کے طرز و طریق اور حدود سے بالکل آزاد ہو چکے ہیں۔

بہرحال تبلیغی جماعت کے بانی حضرت مولانا محمد الیاسؒ کے پیر و مرشد حضرت سہارنپوریؒ کا ایک واقعہ پیش خدمت ہے اور پھر مولانا طارق جمیل صاحب سے سوال کہ: اگر مناظرہ تباہی و بربادی کا نام ہے تو مولانا الیاسؒ کے پیر و مرشد نے کیوں اس تباہی و بربادی کے لیے حج ملتوی کرنے کا ارادہ کیا؟

''مولوی فاروق احمد صاحب کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ سفر حج کو جاتے ہوئے راستہ میں مولوی دیدار علی (اہل بدعت رضا خانیوں کا مناظر اعظم) کی طرف سے آپؒ (خلیل احمد سہارن پوری) کو عین اس وقت دعوت مناظرہ دی گئی جب کہ آپ جہاز میں سوار ہونے کو تیار تھے۔ آپ کے رفقاء نے جواب دیا کہ اس وقت تو گنجائش نہیں کہ جہاز تیار اور آخری ہے۔ البتہ واپسی پر مناظرہ ہوگا۔ مگر آپؒ نے سنا تو بے ساختہ فرمائے کہ: نہیں! نہیں! ہم تیار ہیں۔ کل کو ہم قیام کریں گے اور صبح مناظرہ ہوگا۔ مولوی صاحب سے کہنا کہ مقام اور مباحث مناظرہ آج طے کرلیں۔ اور رفقاء کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ: مولوی صاحب مناظرہ کرتے ہیں، تو ہمیں انکار نہ کرنا چاہیئے۔ حج بشرط زندگی دوسرے سال کرلیں گے۔ یہ بھی تو ایک دینی کام ہے۔ (جبکہ آزاد مبلغ صاحب کے نزدیک دین کی تباہی و بربادی۔ راقم) یہ جواب سن کر فریق ثانی پر اوس پڑ گئی اور کوئی میدان مناظرہ میں نہ آیا۔'' [تذکرۃ الخلیل: ۱۵۱]

مولانا طارق جمیل صاحب!

بانی تبلیغی جماعت کے مرشد تو اہل بدعت کے ساتھ مناظرے کو ’’دینی کام‘‘ بتارہے ہیں، اور اپنا سفر حج مناظرے کے لیے ملتوی کرنے پر رضامند ہیں۔اور دوسری طرف آپ ہیں کہ: مناظرہ کو تباہی وبربادی کا نام دیتے ہیں۔اور جس مرد مجاہد نے اہل باطل کو ناکوں چنے چبوائے،آپ اس پر جملے کستے ہیں اور استہزاء کرتے ہیں!!!

خیر خواہ خانہ مشورہ: خدارا! آیئے اپنے اکابر کے ساتھ چمٹ جائے۔اکابرین کی محنت کو قدر کی نگاہ سے دیکھئے۔ان کے شکر گزار اور احسان مند رہیے۔انھی اکابر کی کوششوں کی برکت سے آج ہم مسلمان ہیں۔

آپ کے بیانات سن کر ہم شش وپنج میں مبتلا ہوگئے ہیں،اہل بدعت اور ملحدین کا تذکرہ آجائے تو آپ اُن کی تعریف میں رطب اللسان ہوجاتے ہیں،اکابر اہل سنت دیوبند بالخصوص مسلکی خدمات انجام دینے والے اکابر کا تذکرہ آجائے تو نہ صرف یہ کہ اُن کی اہمیت گھٹانے کی کوشش کرتے ہیں بلکہ اب تو نوبت استہزاء اور تمسخر تک جا پہنچی ہے!!

ایک بیان میں آپ نے ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کی مدح وتوصیف بیان کی اور ان کی کتب کو دین حاصل کرنے میں آسان وعام فہم بتایا، گویا زیادہ مفید قرار دیا۔جبکہ اُسی بیان میں آپ نے حضرت تھانویؒ کے کتب سے دین سیکھنے کو مشکل بتایا۔

اہل تشیع کے ساتھ آپ کا ملنا جلنا اور ان کا مداح ہونا حتی کہ ان کی اصطلاحات تک استعمال کرنا آپ کا معمول بنتا جارہا ہے۔ایک امام بارگاہ میں آپ نے امام جعفر صادق رحمہ اللہ کے نام کے ساتھ ’’علیہ السلام‘‘ کی مخصوص شیعی اصطلاح استعمال کی۔ایک موقع پر آپ نے ’’من کنت مولاہ فعلی مولاہ‘‘ کے اس مفہوم کو درست قرار دیا جو شیعہ شنیعہ مراد لیتے ہیں۔

جبکہ امین ملت حجۃ اللہ فی الارض حضرت مولانا علامہ محمد امین صفدر اوکاڑویؒ کی خدمات کا آپ مذاق اڑاتے ہیں اور ان کی محنت کو تباہی وبربادی کا نام دیتے ہیں؟!!

میں آپ سے سوال کا حق رکھتا ہوں کہ آپ کون سے دین کی خدمت کررہے ہیں؟ آپ کا رخ صراط مستقیم سے ہٹ کر کس طرف ہوچلا ہے؟ فتنوں میں گھری امت کو آپ کدھر دھکیلنا چاہتے ہیں؟ امت کے محسن اکابر کی خدمات کے استہزاء پر آپ کون سے اجر وثواب کی امید رکھتے ہیں؟ فإلی اللہ المشتکی

آپ کا خیر خواہ: ابوسفیر خیر الامین قاسمی

☆......☆......☆......☆

مولانا مفتی عبید الرحمٰن، مردان

''اہل السنۃ والجماعۃ'' سے متعلق چند ضروری توضیحات

متعدد احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ امت مسلمہ ۷۳ فرقوں میں بٹے گی جس میں ایک جماعت خالص اہل حق کی ہوگی اور باقی جماعتیں اپنی اعتقادی خرابی کی وجہ سے جہنم میں جائیں گی، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے استفسار پر آپ ﷺ نے اس نجات پانے والے اہل حق کی جماعت کا یہ تعارف کروایا کہ ''ما انا علیہ واصحابی'' اور بعض روایات میں ''الجماعۃ'' جبکہ بعض جگہ ''السواد الاعظم'' کا ذکر کیا گیا ہے، یعنی جو جماعت میرے اور میرے صحابہ کے راستے پر ہوگی وہ اہل حق کی جماعت ہوگی اور وہی نجات پائیگی، ''الجماعۃ'' سے بھی بظاہر جماعت صحابہ کرام مراد ہے۔ حضور ﷺ کے اس تعارف کو بعد میں اہل السنۃ والجماعۃ سے تعبیر کیا گیا اور یہی تعبیر اہل علم کے ہاں مقبول ومشہور ہوئی، اس میں جماعت سے حضرات صحابہ کرام -رضوان اللہ علیہم اجمعین- کی جماعت مراد ہے، لہٰذا اہل سنت والجماعت کا مطلب یہ ہوا کہ وہ لوگ جو حضور نبی اکرم ﷺ اور حضرات صحابہ کرام کی سنت اور طریقہ کار کو اپنائے رکھتے ہیں اور اپنی زندگی میں اسی پر کار بند رہتے ہیں، اب اگر کوئی شخص سنت ہی کو کوئی اہمیت نہیں دیتا اس کو دین کے ماخذ وحجت کے طور پر تسلیم نہیں کرتا وہ اس نجات دہندہ جماعت کا فرد شمار نہیں کیا جاسکتا، یوں ہی اگر کسی کے ہاں حضرات صحابہ کرام کی جماعت کی کوئی قدر ومنزلت نہ ہو تو بھی وہ کسی طرح اہل السنۃ والجماعۃ میں سے تصور نہیں کیا جاسکتا۔

یہاں تک تو بات بالکل بے غبار ہے لیکن اسلامی نظامِ خلافت نہ ہونے کی وجہ سے پورا عالم اسلام فکری انتشار اور آوارگی کی آماجگاہ بنا ہوا ہے جس میں آئے روز نت نئے فتنوں اور فرقوں اور جماعتوں کی پرورش ہوتی رہتی ہے اور لامحالہ ہر جماعت اپنے ہی حلقہ فکر کو اہل حق اور اہل السنۃ والجماعۃ خیال کرتی ہے اور لوگوں میں اسی کی دعوت وپرچار کرتی ہے، اس تناظر میں بکثرت یہ سوال اٹھایا جاتا ہے کہ اہل السنۃ والجماعۃ میں ہونے کا کیا ضابطہ ہے؟ وہ کونسے اصول وضوابط ہیں جن کے ہوتے ہوئے کوئی شخص یا جماعت اہل سنت والجماعت کا صحیح معنیٰ میں مستحق ہوسکتا ہے اور جس کی خلاف ورزی کی وجہ سے وہ اس دعویٰ کا مستحق نہیں رہ پاتا! کیا ہر اختلاف اس بات کا موجب ہے کہ اس کے کرنیوالے کو اہل سنت کے دائرہ سے نکالا جائے یا اس میں کچھ تفصیل بھی ہے؟

اس بحث کا کوئی فائدہ بھی ہے؟

لیکن اس بحث میں جانے سے پہلے اس نکتہ پر غور کرنا مناسب ہے کہ آیا اس فیصلہ کا کوئی شرعی

فائدہ بھی ہے یا نہیں؟ کسی شخص یا جماعت کو اہل السنۃ والجماعۃ میں سے سمجھنے یا کسی کو اہل بدعت قرار دینے کا عملی طور پر کیا فائدہ ہے؟ بعض اوقات اس بحث کو اس لئے بے فائدہ سمجھا جاتا ہے کہ اس کا کوئی حاصل نہیں ہے اور اسی لئے جن اہل علم نے مختلف فرقوں کے نام گنوا کر ان کو گمراہ ومبتدع لکھا ہے ان کی مذمت وتردید کی جاتی ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ بحث بالکل بے فائدہ نہیں ہے۔

اس کا ایک بڑا فائدہ تو یہی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے مختلف جماعتوں کے درمیان حق وباطل پہچاننے کا جو ترازو مقرر کیا تھا اس پر ہر جماعت اپنے آپ کو تول کر رکھے، معیار وترازو کے بغیر کسی چیز کی حقیقی مقدار کو یقینی طور پر متعین کرنا ممکن نہیں ہوتا اور ہر وقت یہ امکان موجود رہتا ہے کہ مقدار میں غلط اندازے کی وجہ سے کسی کا حق دوسرے کے پاس نہ جائے، اگر کوئی تاجر دکان میں ترازو نہ رکھے اور اس کے باوجود وزن ومقدار پر چیزیں فروخت کرتا رہے تو لامحالہ وہ یا تو کسی گاہک کا حق دبائے گا یا اس غفلت کی وجہ سے گاہک لاشعوری طور پر اپنے حق سے زیادہ لے لے گا اور علاوہ ازیں ایسے دکان میں آئے دن شور وشغب ہوگا۔

حق وباطل کے درمیان تمیز کرنے کی اہمیت:

یوں ہی دینی لحاظ سے بھی حق وباطل کا واضح رہنا اور دونوں کے درمیان صاف خطِ فاصل کا ہونا لازم ہے اور یہی شریعتِ اسلامیہ بلکہ تمام ادیانِ سماویہ کا منشا بھی ہے، اگر اس معیار وترازو ہی کو ختم کیا جائے تو انجام کار حق خالص حق رہے گا نہ ہی باطل وگمراہی کا خدوخال واضح ہوگا کہ لوگ دیکھ کر اس سے باز آئیں بلکہ بہت سے لوگ نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے دامن کے اسیر بن جائیں گے، اسی طرح اہل سنت ہونے/اہل بدعت ہونے پر جو کچھ احکام مرتب ہوجاتے ہیں مثلاً یہ کہ مبتدع شخص امامت کا اہل نہیں ہے الخ وغیرہ، یہ احکام تبھی واضح اور قابل عمل ہوسکتے ہیں جب کہ سنت وبدعت میں اچھی طرح تمیز کی جائے، لہٰذا سنت وبدعت، اہل السنۃ والجماعۃ اور اہل بدعت کے درمیان تمییز وتفریق کرنا ضروری ہے اور اس کا درست معیار وہی ہے جو حدیث مبارکہ میں ارشاد فرمایا گیا، یعنی: ''ما انا واصحابی''۔

البتہ اس بات میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ دیگر مسائل کی طرح یہاں بھی شرعی مصالح ومفاسد کا موازنہ کرنا ضروری ہے اور سنجیدگی کے ساتھ غور کرنے کے بعد اگر اطمینان ہوجائے کہ کسی خاص جماعت یا فرد کو اہل سنت سے خارج قرار دینے یا اہل بدعت کہنا ہی شرعی مصلحت کا تقاضا ہے تو ہی ایسا اقدام کرلینا چاہئے ورنہ تو عقل مندی کا تقاضا بھی یہ ہے اور حضرات سلفِ صالحین اور علماءِ راسخین کے طرز عمل سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ کسی فرد یا جماعت کا نام لئے بغیر صرف اس عمل کی تردید ومذمت کی جائے جس کی بناء پر اس کو مبتدع قرار دینے کا فیصلہ کیا جاتا ہو، اگر کوئی خاص ضرورت نہ ہو تو حتی الامکان کسی خاص شخص یا گروہ کا نام لے کر اس کے متعلق ایسا فیصلہ کرنے سے گریز ہی کرلینا چاہئے، اس کی ایک بڑی نظیر یہی ہے کہ ''افتراق

امت'' کی احادیث میں آپ ﷺ نے ان فرقِ ضالہ کا نام لیا نہ ہی ان کے ایجاد کرنیوالوں کی کوئی خاص نشاندہی فرمائی حالانکہ حضرت حذیفہ وغیرہ کئی حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کو اپنی امت میں قیامت تک اٹھنے والے فتنوں اور ان کے قائدین کا علم دیا گیا تھا، لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ نے نہ ان فرقوں کا نام لیا اور نہ ہی ان کی کوئی مخصوص نشاندہی فرمائی بلکہ صرف اہل حق جماعت کا منشور اور ان کا طریقہ کار آسان اور واضح انداز میں بیان فرمایا۔

گمراہ فرقوں کی نشاندہی نہ کرنے کی حکمتیں:

امام شاطبی رحمہ اللہ وغیرہ کئی محققین نے اس کی متعدد حکمتیں بیان فرمائی ہیں جن میں سے ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اس میں گمراہ لوگوں کی پردہ پوشی اور ستر ہے، اس امت مرحومہ کو اللہ تعالیٰ نے جن بہت سی خصوصیات و امتیازات سے نوازا ہے ان میں سے ایک بڑی خصوصیت یہ بھی ہے کہ قدیم امتوں میں اگر کوئی شخص رات کو گناہ کرتا تو صبح اس کے دروازے پر لکھا ہوا ہوتا، قربانی میں قبولیت و اخلاص کی نشانی یہی ہوتی تھی کہ آسمان سے آگ آکر جانور کو کھا جاتی، اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ ریاء کی یا قبول نہ ہونے کی علامت تھی، لیکن اس امت محمدیہ (علیٰ صاحبہا الوف الوف تحیات وتسلیمات) کے گناہوں اور معاصی پر بھی پردہ ڈال دیا گیا اور ان کے اعمال کے قبول ہونے یا نہ ہونے کو بھی مخفی رکھا گیا، یوں ہی ان میں سے گمراہ افراد کی بھی پوری شخصی نشاندہی نہیں کی گئی تاکہ ستر پردہ برقرار رہے۔

گمراہ فرقوں کے متعین نہ کرنے میں دوسری بڑی حکمت یہی ہے کہ شارع کا منشا امت میں افتراق وانتشار پیدا کرنا نہیں ہوتا بلکہ امت کو جوڑے رکھنا اور اتفاق واتحاد برقرار رکھنا مقصود ہوتا ہے اگر فرقوں کے نام اور پوری نشاندہی ہو جاتی تو اس سے امت میں مزید خلفشار اور انتشار کے دروازے چوپٹ کھل جاتے جو کہ شارع کے منشا کیخلاف ہے۔

مثلاً خوارج کی گمراہی روایات میں بیان ہوئی ہے اور ساتھ ان کی کچھ نشانیاں اور علامات بھی احادیث میں ذکر کیے گئے ہیں، اب ان علامات ونشانیوں کا مصداق کون سا فرقہ ہے؟ تاریخ کے ہر دور میں کچھ لوگ اپنے مخالفین کے متعلق لوگوں کو یہی باور کرانے میں اپنی توانائی خرچ کرتے رہے ہیں کہ وہ ان علامات کے مصداق اور خوارج ہیں، موجودہ زمانہ تک یہی کچھ جاری ہے، چنانچہ اب بھی ایک بڑا قابلِ رحم طبقہ تبلیغی جماعت تک کے لوگوں کو خوارج قرار دینے اور لوگوں کو ان سے دور کرنے میں مصروفِ عمل ہے۔

ایک بڑا فائدہ اس میں یہ بھی ہے کہ یہ دنیا دار العمل اور دار الامتحان ہے، یہاں نیکی وبدی کے راستے بتلائے اور دکھائے جاتے ہیں اور بس۔ اَب کون ہدایت پر ہے اور کون گمراہ ہے؟ یہ نتیجے کی جزاء ہے جس کا تعلق دار الجزاء کے ساتھ ہے، دنیا کے موضع امتحان ہونے اور ایمان بالغیب کے مکلّف ہونے کا تقاضا

یہ ہے کہ یہاں ان باتوں کی حتمی اور شخصی نشاندہی نہ کی جائے، بس اتنی ہی بات پر اکتفاء کی جائے کہ ہر شخص کو حق و باطل جاننے کے لئے اور دونوں میں تمیز کرنے کے لیے جانچنے اور پرکھنے کا ایک معیار اور ترازو دیدیا جائے، اگر کوئی شخص اپنی ہدایت یا ضلالت کو جانچنا جائے تو آسانی کے ساتھ کر سکے، اب اگر کوئی شخص ترازو کی طرف التفات ہی نہ کرے اور یوں ہی کسی جماعت کے متعلق شریعت کی طرف سے اس رہنمائی کا طالب ہے کہ وہ اس کے سنت یا بدعت پر ہونے کی صریح اور دوٹوک نشاندہی کرے تو ظاہر ہے کہ اس کی یہ خواہش غیر معصوم اور بے موقع ہے۔

امام شاطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: فمن هنا لا ينبغي للراسخ في العلم أن يقول: هؤلاء الفرق هم بنو فلان وبنو فلان! وإن كان يعرفهم بعلامتهم بحسب اجتهاده. [الاعتصام للشاطبی :۷۲۶/۲] ترجمہ: پختہ اہل علم کے لیے ان باطل فرقوں کے بارے میں یہ کہنا مناسب نہیں کہ وہ وہ فلاں فلاں لوگ ہیں اگر چہ وہ انہیں اپنی تحقیق کے مطابق علامات سے کیوں نہ جانے۔

امام غزالی رحمہ کا وقیع تجربہ:

امام غزالی رحمہ اللہ نے ''الاقتصاد'' میں اس حوالہ سے ایک بڑی اور کارآمد بات لکھی جس کو امام شاطبی رحمہ اللہ نے بھی ''اعتصام'' میں نقل فرمایا، وہ علم کلام کے حوالہ سے مختلف فرقوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بعض گمراہ لوگ ذہین وفطین ہوتے ہیں اور ان سے حق قبول کرنے کی توقع ہوتی ہے، ایسے لوگوں کے سامنے مناظرہ کرنے، تعصب دکھانے اور ہر ایسے اقدام سے گریز کرنے کی ضرورت ہے جس کے نتیجہ میں وہ لوگ طیش میں آکر بلا وجہ اپنی بات پر ڈٹ جائیں اور ان کے لئے حق بات قبول کرنے سے کسی قسم کا کوئی مانع پیدا ہو جائے کیونکہ ایسی حالت میں وہ ضد وغیرہ کی وجہ سے حق قبول نہیں کریں گے اور الٹا اپنی ذہانت کی وجہ سے لوگوں کو گمراہ کرنا شروع کریں گے۔

آپ اپنا تجربہ بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

وأكثر الجهالات إنما رسخت في قلوب العوام بتعصب جماعة من جهال أهل الحق أظهروا الحق في معرض التحري والادلاء، ونظروا إلى ضعفاء الخصوم بعين التحقير والإزراء. فثارت من بواطنهم دواعي المعاندة والمخالفة ورسخت في نفوسهم الاعتقادات الباطلة وعسر على العلماء المتلطفين محوها مع ظهور فسادها، حتى انتهى التعصب بطائفة إلى أن اعتقدوا أن الحروف التي نظروا بها في الحال بعد السكوت عنها طول العمر قديمة. ولولا استيلاء الشيطان بواسطة العناد والتعصب للأهواء لما وجد مثل هذا الاعتقاد مستقراً في قلب مجنون فضلاً عمن له قلب عاقل. [الاقتصاد في الاعتقاد:۱۵]

ترجمہ: عوام کے دلوں میں جہالت کی اکثر باتیں اہل حق کے جہلاء کی تعصب کی وجہ سے جڑ پکڑتی

ہیں جو حق کا اظہار بے موقع ومحل کرتے ہیں اور اپنے کمزور مد مقابل کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں، چنانچہ اس طرز عمل کی وجہ سے ان کے دلوں میں مخالفت اور دشمنی کے جذبات ابھر کر دلوں میں باطل نظریات مضبوطی سے جگہ پکڑتے ہیں پھر تعصب سے پاک علماء کے لیے بھی ان نظریات کا مٹانا مشکل ہوتا ہے اگر چہ اس کا غلط ہونا واضح کیوں نہ ہو، چنانچہ بعض لوگوں کا تعصب اس حد تک پہنچا ہے کہ وہ الفاظ کو بھی قدیم کہنے لگے، لہٰذا اگر ان باطل پرست لوگوں پر شیطان کا تسلط تعصب اور عناد کی وجہ سے نہ ہوتا تو عقلمند تو کیا یقیناً اس قسم باطل نظریات کسی دیوانے کے بھی نہ ہوتے۔

امام غزالی رحمہ اللہ کے اس تجربہ کی تائید کرتے ہوئے امام شاطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

هذا ما قال وهو الحق الذى تشهد له العوائد الجارية فالواجب تسكين الثائرة ما قدر على ذلك.[الاعتصام للشاطبی:۲/۷۳۰] ترجمہ: امام غزالی نے جو بات کہی ہے وہی درست ہے جس کی تصدیق روزمرہ کے حالات سے ہوتی ہے پس جہاں تک ہو سکے فتنہ کو دبانا لازم ہے۔

ان دو بزرگان دین (امام غزالی اور امام شاطبی رحمہما اللہ) نے جو کچھ ذکر فرمایا، حقیقت یہ ہے کہ یہ بالکل درست اور واقع کے مطابق ہے، مختلف ملل ونحل کی تاریخ دیکھنے والوں سے یہ بات مخفی نہیں ہے کہ کسی دین ومذہب کے اتباع کرنیوالوں میں جب ایسی (بلاضرورت) بحث جڑ پکڑ لیتی ہے تو اس کے بعد اس کا شیرازہ بکھر جاتا ہے، ان کی ہوا نکل جاتی ہے، ایسے لوگ اندرونی انتشار میں مبتلا ہوکر بیرونی انتشار وگمراہیوں کا مقابلہ کرنے سے کمزور ثابت ہو جاتے ہیں، ان کی صلاحیتیں اور استعداد لوگوں کو دین حق سے روشناس کرانے اور گمراہی وبے دینی کے سیلاب سے بچانے کی جگہ (جو کہ ان کی ذمہ داری اور فرضِ منصبی ہے) اپنوں کیخلاف ہی استعمال ہو جاتے ہیں اور یوں مختلف فتنوں اور گمراہیوں کے لئے میدان عمل بالکل خالی رہ جاتا ہے اور وہ پہلے سے زیادہ طاقتور بھیس میں آ کر افراد انسانی کو اپنی آغوش میں یوں جکڑ لیتی ہے جس کے بعد ان کے دامِ تزویر سے نکلنا ہر کسی کے بس کا کام نہیں رہ پاتا۔

کسی کو کب اہلِ بدعت قرار دیا جائے؟

اس کے بعد امام شاطبی ذکر کرتے ہیں کہ درج ذیل دو صورتوں میں کسی کو مبتدع اور اہل بدعت ٹھہرانے کی گنجائش ہے:

۱......نص میں کسی فرقے کی تعیین کی گئی ہو، مثال کے طور پر خوارج ہیں کہ نصوص سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ عام امت سے افتراق اختیار کریں گے اور گمراہ ہوں گے اور ان کے کچھ حرکات واعمال بھی بعض روایات میں بیان کئے گئے ہیں، لہٰذا خوارج کو اہل سنت سے خارج اور اہل بدعت قرار دینے میں مضائقہ نہیں۔

۲......: کوئی شخص یا جماعت کسی گمراہی میں مبتلا ہو جائے اور دیگر لوگوں کو بھی اپنی گمراہی کی طرف راغب کرنا شروع کردے، ایسی صورت میں بھی اس جماعت کا تعاقب کرنا اور لوگوں کو ان کی گمراہی سے بچائے رکھنا ضروری ہو جاتا ہے، لہٰذا اس موقع پر ایسی جماعت کو اہل بدعت اور اہل ہویٰ قرار دینے میں مضائقہ نہیں، چنانچہ عاصم احول ذکر کرتے ہیں کہ میں حضرت قتادہ کی مجلس میں تھا جبکہ وہاں عمرو بن عبید معتزلی کا تذکرہ چھڑا تو حضرت قتادہ نے اس کی مذمت کی اور ان کے مخالفت میں کچھ باتیں کہیں جو مجھ کو ناگوار گزریں، میں نے قتادہ سے اس کا ذکر کیا کہ ایک عالم دوسرے عالم کی برائی کیوں بیان کرتا ہے؟ کیا ایسا کرنا برا نہیں ہے؟ حضرت قتادہ نے جواب دیا کہ: یا أحول: أولا تدری أن الرجل إذا ابتدع بدعة فینبغی لها أن تذکر حتی تحذر؟ ترجمہ: اے احول! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ آدمی جب کوئی بدعت ایجاد کرے تو اس وقت مناسب یہ ہے کہ لوگوں کو اس کے بارے میں بتایا جائے تاکہ لوگ اس سے بچیں۔

عمرو بن عبید معتزلی نے جب اپنے بعض گمراہانہ خیالات پھیلانے شروع کیے تو حضرت قتادہ، حسن بصری وغیرہ اس زمانے کے تقریباً تمام علماء راسخین نے اس کی تردید کرنا شروع کردی اور ان کی بدعت اور گمراہی کو واضح کیا۔

حقیقت یہ ہے کہ درج بالا دونوں صورتوں میں باہم کوئی تضاد وتعارض نہیں ہے اور دونوں کا مآل کار وہی ہے جو اس مضمون کے شروع میں ذکر کیا گیا کہ کسی فرد کے سنی یا مبتدع ہونے یا کسی جماعت کے اہل سنت یا اہل بدعت میں سے ہونے کا فیصلہ کرنے سے شرعی مصالح ومفاسد کا موازنہ کرنا ضروری ہے اور سنجیدگی کے ساتھ غور کرنے کے بعد اگر اطمینان ہو جائے کہ کسی خاص جماعت یا فرد کو اہل سنت سے خارج قرار دینے یا اہل بدعت کہنا ہی شرعی مصلحت کا تقاضا ہے تو تبھی ایسا اقدام کر لینا چاہئے ورنہ کسی کا نام لیکر گمراہ قرار دینے میں احتیاط ہی برتنا بہتر ہے، البتہ احتیاط کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ گمراہی وبدعت ہی کی تردید نہ ہو اور اس سے مصالحت کی جائے، نہیں! بلکہ گمراہی کی تردید اور بدعات کی اصلاح اور اس پر نکیر وتنقید بہرحال ضروری ہے۔

یہاں تک کی بحث وتمحیص کا حاصل یہ ہوا کہ عام حالات میں کسی کو اہل سنت سے خارج اور اہل بدعت قرار دینے میں احتیاط برت لینا چاہئے، البتہ شرعی مصلحت کا تقاضا ہو تو بعض باتوں کی پابندی کے ساتھ اس کی گنجائش ہے، بلکہ بسا اوقات ایسا فیصلہ علماء کرام کی ذمہ داری اور فریضہ بن جاتا ہے، جہاں اس طرح اقدام کئے بغیر کسی کی گمراہی کو روکنا ممکن نہ رہے اور اس طرح اقدام کرنے کی نتیجہ میں امید ہو کہ لوگ گمراہی سے محفوظ رہ جائیں گے۔

اہل سنت وبدعت ہونے کا معیار:

اب اگلا مرحلہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص یا گروہ کے متعلق اس طرح فیصلہ کرنے کی ضرورت درپیش ہو یا

اپنے طور پر کسی شخص کو طلبِ حق کی توفیق نصیب ہوجائے اور وہ یہ معلوم کرنا چاہے کہ میرے نظریات واعتقادات اہل السنۃ والجماعۃ کے مطابق ہیں یا اہل بدعت کے قریب؟ تو ایسے وقت حق وباطل کا معیار کیا رکھ لینا چاہیئے اور کوئی شخص کیونکر یہ فیصلہ کرسکے؟ اس مرحلہ میں کئی غلطیاں کی جاتی ہیں جن کی وجہ سے بعض اوقات لوگ تردد کا شکار ہوجاتے ہیں، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ علمِ کلام وعقائد کی کتابوں میں ذکر کردہ اعتقادات کی بناء پر جانچ پڑتال کی جاتی ہے، جس کے نتیجہ میں بسا اوقات کچھ پیچیدگیاں جنم لیتی ہیں۔

ضابطہ کی بات:

اس لیے ضابطہ کے طور پر یہ جان لینا چاہیئے کہ یہاں سنت سے حضور نبی کریم ﷺ کے تمام اقوال، افعال اور تقریرات مراد نہیں ہیں بلکہ سنت ضد ہے بدعت کی، اس کا ایک واضح قرینہ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی درج ذیل روایت ہے کہ:

صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم ذات يوم، ثم أقبل علينا فوعظنا موعظة بليغة ذرفت منها العيون ووجلت منها القلوب، فقال قائل: يا رسول الله كأن هذه موعظة مودع، فماذا تعهد إلينا؟ فقال:" أوصيكم بتقوى الله والسمع والطاعة، وإن عبدا حبشيا، فإنه من يعش منكم بعدى فسيرى اختلافا كثيرا، فعليكم بسنتى وسنة الخلفاء المهديين الراشدين، تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ، وإياكم ومحدثات الأمور، فإن كل محدثة بدعة، وكل بدعة ضلالة." [سنن أبى داؤد، باب فى لزوم السنة، رقم الحديث:۴۶۰۷] ترجمہ: آپ ﷺ ایک دن صبح کی نماز کے بعد ہماری طرف متوجہ ہوئے اور بہت اچھی نصیحت فرمائی جس کی وجہ سے آنکھیں نمناک اور دلوں پر خوف طاری ہوا، ایک صحابیؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! شاید یہ آخری وعظ ہو! آپ ہمیں کیا وصیت فرمائیں گے؟ فرمایا: میں تمھیں تقوی اور بڑوں کی بات سننے اور اسے ماننے کی وصیت کرتا ہوا گرچہ وہ حاکم ایک حبشی غلام کیوں نہ ہو، کیوں کہ جو میرے بعد زندہ رہے گا اسے بہت اختلافات دیکھنے کو ملیں گے، پس تم پر میری سنت اور خلفاء راشدین کی سنت لازم ہے، اسے مضبوطی سے پکڑ لو اور نئے نئے امور سے بچو کیونکہ دین میں اپنی طرف سے ہر نئی چیز ایجاد کرنا بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

سننِ ترمذی میں یہ الفاظ بھی ہیں:

وإياكم ومحدثات الأمور فإنها ضلالة فمن أدرك ذلك منكم فعليه بسنتى وسنة الخلفاء الراشدين المهديين، عضوا عليها بالنواجذ. [سنن ترمذى، باب ماجاء فى الأخذ بالسنة واجتناب البدع، رقم الحديث:٢٦٧٦] ترجمہ: نئی نئی باتوں سے بچو کیونکہ وہ گمراہی ہے جو اسے پائے وہ میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنتوں کو مضبوطی سے پکڑے۔

’’صحیح ابن حبان‘‘میں اس روایت کے بعد امام ابو حاتم رحمہ اللہ کے حوالہ سے ذکر کیا گیا ہے کہ امت کے اختلافات وانتشار کے زمانے میں جو لوگ سنن کی پابندی کریں گے اور خلاف سنت آراء یعنی بدعات ومحدثات سے بچتے رہیں گے وہ فرقہ ناجیہ میں سے شمار ہوں گے، چنانچہ لکھتے ہیں:

قال أبو حاتم فی قوله صلی الله علیه وسلم: ”فعلیکم بسنتی“، عند ذکره الاختلاف الذی یکون فی أمته بیان واضح أن من واظب علی السنن، قال بها، ولم یعرج علی غیرها من الآراء من الفرق الناجیة فی القیامة. [صحیح ابن حبان، ذکر وصف الفرقة الناجیة من بین الفرق التی تفترق علیها أمة المصطفی ﷺ :۱/۱۸۰] ترجمہ: آپ ﷺ کا ارشاد گرامی (امت میں اختلاف کے وقت میری سنتوں کو مضبوطی سے پکڑو) سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ جو آپ ﷺ کی سنتوں پر کاربند ہو اور اس کے علاوہ آراء کی طرف سے التفات نہ کرے وہ قیامت کے دن نجات والوں میں سے شمار ہوگا۔

اس مفہوم کی تمام روایات میں امت کے اندر پیدا ہونیوالے اختلافات کی پیش گوئی فرمائی گئی اور پھر اختلاف کے زمانے میں سنت پر جمے رہنے اور محدثات وبدعات سے دور رہنے کی تاکید کی گئی اور ساتھ سنت کو بدعت کے مقابل کے طور پر ذکر کرکے بدعات کو ضلالت وگمراہی قرار دیا گیا، جس سے واضح ہوتا ہے کہ اختلافات کے طوفانی دور میں جس سنت پر جم کر رہنے اور اس پر مر مٹنے کی بہرحال ضرورت ہے اس سے مراد وہ سنت ہے جو بدعت اور محدثات کا متقابل ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص عملی طور پر کھانے پینے، لباس پہننے اتارنے، طہارت ونماز وغیرہ کے سنن کا تارک ہو تو گو وہ متروکہ سنت کی برکات سے محروم ہوگا لیکن محض اس کی وجہ سے اس کو اہلِ سنت سے خارج نہیں قرار دیا جاسکتا، یوں ہی اجتہادی مسائل میں مجتہدین وفقہاء کے اختلافات کو بھی ان اختلافات میں شمار نہیں کیا جاسکتا جس میں کسی ایک فریق کو گمراہ وضال قرار دیا جاتا ہے کہ اس نوع کے اختلافات جماعت خلفاء راشدین اور صحابہ کرام میں رائج تھے۔

بدعت اعتقادی مراد ہے یا عملی بھی؟

رہا یہ مسئلہ کہ اس باب میں بدعت سے کیا مراد ہے؟ کونسی بدعت کے ارتکاب کی وجہ سے آدمی اہل سنت سے خارج ہوکر مبتدع قرار پاتا ہے؟ کیا محض اعتقادی بدعات کی وجہ سے ایسا ہوگا یا عملی بدعات کا بھی یہی حکم ہے؟ اس میں بظاہر اہل علم کی دو رائے معلوم ہوتی ہیں، بہت سے اہلِ علم کے نزدیک تو اس میں عموم مقصود ہے جس چیز پر بھی بدعت کی شرعی تعریف صادق آئیگی اس کا یہی حکم ہے خواہ وہ محض اعتقادی بدعات ہوں یا عملی بھی ہوں، امام شاطبی رحمہ اللہ نے اس پر بڑا تفصیلی کلام فرمایا ہے، ایک جگہ وہ تحریر فرماتے ہیں:

وهذا التعدید بحسب ما أعطته المنة فی تکلیف المطابقة للحدیث الصحیح، لا علی القطع بأنه المراد، إذ لیس علی ذلك دلیل شرعی، ولا دل العقل أیضا علی انحصار ما

ذكر في تلك العدة من غير زيادة و لا نقصان، كما أنه لا دليل على اختصاص تلك البدع بالعقائد.[الاعتصام للشاطبي: ۲/۲۰۷] ترجمہ: بدعات کی یہ اعداد و شمار ویسے حدیث کی تطبیق کی وجہ سے کی گئی، اس کا یہ مطلب نہیں کہ بدعات بس یہی ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں، اسی طرح بدعات عقائد میں بھی منحصر نہیں (بلکہ اعمال میں بدعت کی آمیزش ہوتی ہے اور عمل پر بھی بدعت کا اطلاق ہوسکتا ہے۔)

امام ابنِ رجب حنبلی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

فقوله صلى الله عليه وسلم: "كل بدعة ضلالة" من جوامع الكلم لا يخرج عنه شيء، وهو أصل عظيم من أصول الدين، وهو شبيه بقوله: "من أحدث في أمرنا ما ليس منه فهو رد." فكل من أحدث شيئا، ونسبه إلى الدين، ولم يكن له أصل من الدين يرجع إليه، فهو ضلالة، والدين بريء منه، وسواء في ذلك مسائل الاعتقادات، أو الأعمال، أو الأقوال الظاهرة والباطنة.[جامع العلوم والحكم :۲/۱۲۸] ترجمہ: آپ ﷺ کا ارشاد گرامی کہ: ''ہر بدعت گمراہی ہے۔'' یہ ایسی جامع بات ہے جس سے کوئی چیز باہر نہیں اور یہ حدیث دین اسلام کے اہم اصولوں میں سے ایک ہے جو اس فرمان کی طرح ہے کہ: جس نے ہمارے اس دین کے کاموں میں کوئی نئی بات ایجاد کی جس کے بارے میں ہماری طرف سے کوئی رہنمائی نہ ہو وہ رد ہے۔ پس جو کوئی نئی بات ایجاد کر کے اسے دین کی بات سمجھے اور اس کی کوئی اصل (دلیل) شرعی نہ ہو تو وہ گمراہی ہے اور دین اسلام کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں خواہ اس کا تعلق عقیدہ سے ہو یا اعمال واقوال کیساتھ۔

ان دونوں عبارات سے واضح ہوتا ہے کہ بدعت کا تعلق خواہ اعتقاد و نظریہ کے ساتھ ہو یا اعمال واقوال کے ساتھ، بہرحال وہ سنت کی ضد ہے اور اس کی وجہ سے کہنے والا اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج ہوجائیگا، جبکہ بہت سے علماء و متکلمین مبتدع صرف اسی کو قرار دیتے ہیں جو اعتقادات میں کسی بدعت کا قائل ہو[1]، بہرحال اگر عملی بدعات کو حدود میں رکھا جائے اور اس میں مبالغہ سے کام لے کر انتشار و تفرق پیدا نہ کیا جائے تو جیسا کہ پہلے تحریر کیا گیا کہ ایسی بدعات کی وجہ سے کسی معین شخص کو خصوصی طور پر مبتدع ٹھہرانے اور اہل سنت سے خارج قرار دینے کی ضرورت ہی درپیش نہیں ہوتی۔

اللہ تعالیٰ امتِ مرحومہ کی حالت پر رحم و کرم فرمائیں اور اس کو انتشار و تفرق، داخلی و خارجی خلفشار سے محفوظ و مامون فرمائیں۔

بندہ عبید الرحمٰن ......دارالافتاء جامعہ اصحاب الصفہ، مردان......۱۵/شوال ۱۴۴۱ھ

☆......☆......☆......☆

---

[1] اِن دونوں باتوں کی تحقیق و تطبیق کے لیے ملاحظہ ہو راقم کی کتاب: ''فقه البدعة'' کا باب خامس.

مولانا مجیب الرحمٰن، ڈیرہ اسماعیل خان قسط:۲

غامدی صاحب کے مزعومہ اجتہادات پر ایک نظر

مولانا زاہد الراشدی صاحب نے غامدی صاحب کے سامنے تحریراً اِس مفہوم پر اشکالات پیش کیے اور اِس کی مزید وضاحت کے لئے فرمایا تو غامدی صاحب نے اِس بارے میں درج ذیل وضاحت کی:

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو قرآن دیا ہے، اِس کے علاوہ جو چیزیں آپ نے دین کی حیثیت سے دنیا کو دی ہیں، وہ بنیادی طور پر تین ہی ہیں:

۱۔ مستقل بالذات احکام وہدایات جن کی ابتداء قرآن سے نہیں ہوئی۔

۲۔ مستقل بالذات احکام وہدایات کی شرح ووضاحت، خواہ وہ قرآن میں ہوں یا قرآن سے باہر۔

۳۔ اِن احکام وہدایات پر عمل کا نمونہ۔

یہ تینوں چیزیں دین ہیں، دین کی حیثیت سے ہر مسلمان اِنہیں ماننے اور اِن پر عمل کرنے کا پابند ہے، ...... ہمارے علماء ان تینوں کے لئے ایک ہی لفظ سنت استعمال کرتے ہیں، میں اِسے موزوں نہیں سمجھتا، میرے نزدیک پہلی چیز کے لئے سنت، دوسری کے لئے تفہیم وتبیین، اور تیسری کے لئے اسوہ حسنہ کی اصطلاح استعمال کرنی چاہیے،...... یہ محض اصطلاحات کا اختلاف ہے ورنہ حقیقت کے لحاظ سے دیکھا جائے تو میرے اور ائمہ سلف کے موقف میں سرمو کوئی فرق نہیں ہے، میرے ناقدین اگر میری کتاب میزان کا مطالعہ دِقّتِ نظر کے ساتھ کرتے تو اِس چیز کو سمجھ لیتے، اور اُنہیں کوئی غلط فہمی نہ ہوتی۔''

[الشریعہ اشاعت خاص، غامدی صاحب کا تصور حدیث وسنت، جون سنہ ۲۰۱۴ء صفحہ ۱۶، ۱۷]

دیکھیئے کہ اِس وضاحت میں محض الفاظ تبدیل ہوگئے ہیں ورنہ نتیجہ وہی ہے، یعنی سنت وہ احکام وہدایات ہیں جن کی ابتداء قرآن مجید سے نہیں ہوئی یعنی وہی دینِ ابراہیمی جس کی ابتداء قرآن مجید سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوگئی اور بس، دوسرے نمبر پر جو اُن احکام وہدایات کی شرح ہے، تو وہ بھی اُسی دینِ ابراہیمی کی تفہیم وتبیین اور اُسی کا بیان ہے، زائد چیز نہیں ہے، کیوں کہ شرح صرف اُسی بات کی وضاحت کا نام ہے جو متن میں ہو، زائد بات شرح نہیں ہے، تو شرح میں بھی وہی دینِ ابراہیمی ہی آیا اور بس، رہی تیسری چیز یعنی اُنہی احکام وہدایات پر عمل کا نمونہ، تو ظاہر ہے کہ عمل اُنہی احکام وہدایات پر ہی ہے تو عمل کے ضمن میں بھی وہی احکام وہدایات ہی آئے جو دینِ ابراہیمی کہلائے، تو یہ تینوں چیزیں ایک ہی چیز ہوئی یعنی دینِ ابراہیمی، بس وہی سنت ہے اور بس، دوسری اور تیسری کوئی چیز سنت نہیں ہے، لیجیے! غامدی صاحب کے الفاظ میں ہی مزید سمجھئے! کہتے ہیں:

''کسی چیز کا حکم اگر اصلاً قرآن پر مبنی ہے اور پیغمبر نے اُس کی وضاحت فرمائی ہے، یا اُس پر طابق النعل بالنعل عمل کیا ہے، تو پیغمبر کے اس قول و فعل کو ہم سنّت نہیں، بلکہ قرآن کی تفہیم و تبیین اور اسوۂ حسنہ سے تعبیر کریں گے۔'' [میزان: ۵۹]

ابھی اوپر ذکر ہوا کہ اِنہی احکام پر عمل کا نمونہ، اِس کو غامدی صاحب اسوۂ حسنہ سے تعبیر کرتے ہیں، یعنی اسوۂ حسنہ سنت کا نام نہیں ہے، سنت تو وہی احکام ہیں جو دینِ ابراہیمی کہلائے، مگر نبی کریم ﷺ نے اُن پر عمل کر کے جو اُن کا نمونہ دکھایا وہ اسوۂ حسنہ ہے، اس لحاظ سے اسوۂ حسنہ کوئی مستقل سنت نہیں ہے، نہ ہی حضور ﷺ کے عمل کرنے سے کوئی عمل سنت بنتا ہے، بلکہ کوئی عمل سنت پہلے ہوتا ہے، حضور ﷺ کا اسوۂ حسنہ اُس سنت عمل کے کرنے کا طریقہ سمجھاتا ہے اور بس، تو سنت کا مفہوم وہیں کا وہیں رہا کہ: محض حضور ﷺ کے کرنے سے کوئی کام سنت نہیں بنتا۔

غامدی صاحب مزید لکھتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے جنگ میں تیر، تلوار اور اس طرح کے دوسرے اسلحہ استعمال کئے ہیں، اونٹوں پر سفر کیا ہے، مسجد بنائی ہے تو اُس کی چھت کھجور کے تنوں سے پاٹی ہے، اپنے تمدن کے لحاظ سے بعض کھانے کھائے ہیں، اور اُن میں سے کسی کو پسند اور کسی کو ناپسند کیا ہے، ایک خاص وضع قطع کا لباس پہنا ہے جو عرب میں اُس وقت پہنا جاتا تھا اور جس کے انتخاب میں آپ کے شخصی ذوق کو بھی دخل تھا، لیکن اُن میں سے کوئی چیز بھی سنت نہیں ہے، اور نہ کوئی صاحبِ علم اُسے سنت کہنے کے لیے تیار ہو سکتا ہے۔'' [میزان: ۵۷، ۵۸]

غامدی صاحب کا کہنا یہ ہے کہ مذکورہ بالا چیزوں کو کوئی اہل علم سنت نہیں کہہ سکتا، حالانکہ ان میں سے بہت سی چیزوں پر بہت دفعہ بڑے بڑے اہل علم نے سنت کا اطلاق کیا ہے، مگر اہل علم کے حوالوں کو رہنے دیں حدیثوں میں ہے کہ لباس سواری وغیرہ جیسی چیزوں میں آپ نے جس کو اختیار کیا وہ بھی آپ کی سنت ہے۔

حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے: **كان يركبُ الحمار ويخصف النعل ويرقع القميص ويلبس الصوف ويقول من رغب عن سنّتي فليس منّي.** [كنز العمّال: ۱۸۱۴۶، **الجامع الصغير** ح: ۹۰۷۷] رسول اللہؐ دراز گوش کی سواری کرتے تھے اور جوتا گانٹھتے تھے، اور قمیص کو پیوند لگاتے تھے اور اونی لباس پہنتے تھے اور فرماتے تھے جو میری سنت سے منہ پھیرے وہ مجھ سے تعلق نہیں رکھتا۔

اس حدیث کے اول حصے میں رسول اللہ ﷺ کے جن کاموں کا ذکر ہے اُن کا تعلق آپ ﷺ کی عادات مبارکہ سے ہے، سوار ہونا، خاص جانور مثلاً دراز گوش کی سواری کرنا، جوتے ٹوٹنے پر اپنے جوتے گانٹھنے کا کام خود کرنا یعنی اپنی ذات کا کام خود کرنا، قمیص پہننا، قمیص پھٹنے پر اُس میں پیوند لگانا، پیوند لگی ہوئی قمیص پہننا، اون کے کپڑے پہننا۔ دیکھئے! اِن کاموں میں سے کوئی کام غامدی صاحب کی دینِ ابراہیمی کی

دی ہوئی فہرست میں سے نہیں ہے، اور اُن کاموں میں سے ہے جن کے متعلق غامدی صاحب کہہ رہے ہیں کہ ان میں سے کوئی چیز سنت نہیں ہے، اور نہ کوئی صاحب علم اِن کو سنت کہنے کے لئے تیار ہوسکتا ہے۔ لیکن دیکھئے حدیث کے دوسرے حصے میں اِن کاموں کو سنت فرما کر ضرورت پڑنے پر اِن کاموں کے کرنے سے نفرت کرنے والے کو سنت سے نفرت کرنے والا فرمایا اور حضور ﷺ کی ذات مبارکہ سے اُس کا تعلق نہ ہونے کی وعید فرمائی، دیکھئے! اصل حاملِ دین نبی کریم ﷺ نے ایسے کاموں کو سنت فرمایا ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ سے حدیث مروی ہے، کہ حضرت عثمان بن مظعون ؓ نے رہبانیت قسم کی زندگی اختیار کرلی تھی، بیوی کے حقوق بلکہ اپنی ذات تک کے حقوق کا خیال نہ رہا تھا تو اُن سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا آپ نے میری سنت سے منہ موڑلیا؟ عرض کیا: نہیں یا رسول اللہ! تو آپ ﷺ نے فرمایا: **اِنَّ مِن سنّتِی ان اُصَلّی واَنَام واَصُومَ واَطْعم واَنکِح واُطَلّق فمن رغب عن سنّتِی فلیس منّی.** [**سنن الدارمی** :۱/۵۲۰، ح:۲۳۰۸] میری سنت ہے کہ میں نماز بھی پڑھتا ہوں، اور نیند بھی کرتا ہوں ، اور روزہ بھی رکھتا ہوں، اور کھانا بھی کھاتا ہوں، اور نکاح بھی کرتا ہوں، اور (شدید ضرورت پڑنے پر شرعی طریقے سے) طلاق بھی دیتا ہوں، جو میری سنت سے منہ موڑے وہ مجھ سے نہیں ہے۔

دیکھیں! یہاں نبی کریم ؐ نے رات کی نماز کو، اور نیند کرنے کو، اور دن کے نفل روزہ کو، اور دن کو بغیر روزہ رہ کر کھاتے پیتے رہنے کو، اور نکاح وطلاق کو اپنی سنت فرمایا، اور یہ چیزیں غامدی صاحب کے نزدیک تو سنت نہیں ہیں۔ غور سے سمجھیں کہ: اِس حدیث میں کھانے کو آپ نے سنت فرمایا ہے، تو جب کھانا سنت ہے تو کھانے کی خاص قسم جو آپ ؐ نے کھایا ہو وہ بھی سنت ہوگا، اِس قسم کے مضمون کی ایک حدیث میں الفاظ ہیں:

و آکُلُ اللحم والدّسم و آتی النّساء. [**مرقات المفاتیح** :۱/۲۲۹] میری سنت یہ بھی ہے کہ میں گوشت اور چکناہٹ والی چیزیں کھاتا ہوں، اور بیویوں سے ہم بستر ہوتا ہوں۔

دیکھئے! گوشت کا سالن، اور چربی قسم کی چیزیں کھانا، اور اہل خانہ سے حاجت پوری کرنا بھی آپ ﷺ نے سنت فرمایا ہے، مگر جناب غامدی صاحب کی اصطلاحی سنت میں یہ چیزیں سنت نہیں ہیں۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے مرسل صحیح حدیث ہے: **یجلس علی الارض ویاکل طعامه علی الارض ویلبس الغلیظ ویرکب الحمارویردف بعدهٗ ویلعق اصابعهٗ وکان یقول من یرغب عن سنتی فلیس منّی.** [**طبقات ابن سعد**:۱/۳۷۲، **تعظیم قدر الصلاة للمروزی** :۲/۶۷۷، ح:۷۴۲] رسول اللہ ﷺ زمین پر بیٹھتے تھے اور زمین پر بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے، اور موٹا کپڑا پہنتے تھے، اور حمار کی سواری کرتے تھے، اور اپنے پیچھے بھی کسی کو سوار کرتے تھے، اور کھانے کے بعد انگلیوں کو چاٹ لیتے تھے، اور فرماتے تھے: جو میری سنت سے منہ پھیرے گا وہ مجھ سے نہیں ہوگا۔

دیکھئے! اِس حدیث میں آپ ﷺ کے یہ کام ذکر ہوئے: زمین پر بیٹھنا، زمین پر بیٹھ کر کھانا، موٹا کپڑا (سردی میں یا مجبوری کے وقت) پہننا، حمار کی سواری کرنا، اپنے پیچھے کسی کو سوار کرنا، کھانا کھانے کے بعد انگلیاں چاٹ لینا، یہ سب کام دینِ ابراہیمی کی فہرست میں سے نہیں ہیں، اور ایسے کام ہیں جن کو غامدی صاحب سنت نہیں کہتے، جب کہ اِس حدیث میں ایسے کاموں کو سنت کہہ کر اِن سے نفرت کرنے کو سنت سے نفرت کرنا فرمایا گیا ہے۔

اِس کے بعد علماء خاص قسم کی سواری، اور خاص قسم کے کھانوں کو (جو حضور ﷺ سے منقول ہوں) سنت کہنے کو کیوں تیار نہیں ہوسکتے؟ آپ نے سنن نبوی پر لکھی ہوئی علماء کی کتابیں پڑھی نہیں ہیں، یا اُنہیں نا قابل اعتماد سمجھ کر منہ موڑا ہوا ہے، ورنہ ''گلزارِ سنت'' اور ''**علیکم بسنتی**'' اور ''پیارے نبی ﷺ کی پیاری سنتیں'' اور ''سنت حبیب ﷺ'' وغیرہ کتب میں یہ سب کچھ لکھا ہوا ہے۔

اِن حدیثوں سے یہ بھی صاف واضح ہورہا ہے کہ غامدی صاحب نے سنت کا جو مفہوم نکالا ہے نبی کریم ﷺ کا فرمایا ہوا سنت کا مفہوم غامدی صاحب کے بیان کردہ مفہوم کے خلاف ہے، آپ ﷺ کے بیان کے مطابق آپ ﷺ نے زندگی میں جو عمل بھی کیا وہ سنت ہے، یہ الگ بات ہے کہ سنت سنت کے حکم میں فرق ہے، آپ ﷺ نے فرض عمل کیا یا واجب یا سنت مؤکدہ یا سنت زائدہ یا نفل سب کو آپ ﷺ سنت فرمارہے ہیں، موقع ملا تو اِس کی مزید تفصیل آگے کردی جائے گی۔ **ان شاء الله**

ان احادیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ غامدی صاحب کا چوتھا اُصول بھی درست نہیں ہے کہ: ''سنت پر بطور تطوع عمل کرنے سے بھی وہ کوئی سنت نہیں بن جاتی۔'' [میزان:۵۹]

کیوں کہ اِن حدیثوں میں آپ ﷺ نے نفل اعمال کو بھی سنت فرمایا ہے، حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن (م) رحمہ اللہ نے تحیۃ المسجد کی دو رکعت کو سنت فرمایا [**فَاِنَّهُمَا مِنَ السُّنَّةِ. الزهد لابن المبارک**، ح:۱۲۹۳] نمازوں کے آگے پیچھے کی بارہ رکعات ماسوا فرائض کو آپ ﷺ نے سنت فرمایا۔ [**من ثابر علی ثنتی عشرۃ رکعۃ من السنّۃ**، **ابن ماجۃ**:۱۱۴۰، **ترمذی**:۴۱۴]

اور تراویح کو بھی نبی کریم ﷺ نے سنّت فرمایا [**وَسَنَنْتُ لَكُمْ قِيَامَهُ، ابن ابی شیبۃ**:۷۷۰۵، **مسنداحمد**، ح:۱۶۶۰]

روزہ جلدی کھولنے اور سحری میں تاخیر کرنے کو اور نماز میں بائیں پر دایاں ہاتھ رکھنے کو حضور ﷺ نے سب نبیوں کی سنت فرمایا۔ [**التلخیص الحبیر**:۵۴۸/۱]

حتی کہ روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے ادبی اور اخلاقی اعتبار سے جو عمل اختیار کیا جس کو عام طور پر اہل علم ادب اور ''مستحب'' سے تعبیر کرتے ہیں اس کو بھی سنت فرمایا گیا ہے، کیوں کہ آپ ﷺ

نے وہ عمل کیا ہے، مثلاً:

مہمان کے ساتھ گھر کے دروازے تک چل کر اُس کو رخصت کرنے کو آپ ﷺ نے سنت فرمایا [ابن ماجہ:۳۳۵۸، الکنی والسماء دولابی ح:۱۱۹۲] کسی کے گھر مہمان ہوں اور نماز کی جماعت کرنا چاہیں تو صاحبِ خانہ امام بنے اِس کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سنت کہتے ہیں۔ [مسند الشافعی:۵۵/، معرفۃ السنن:۲۱۷/۴]

اور جمعہ کے دن غسل کرنے کو بھی سنت کہتے ہیں۔[مسند ابن الجعد، ح:۱۹۱۸، ابن ابی شیبہ: ۵۰۲۰] ایسے ہی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ جنازہ کی چارپائی کو یکے بعد دیگرے چاروں پاؤں سے اٹھانے کو سنت فرماتے ہیں۔[الآثار لابی یوسف ح:۴۰۴، الآثار لمحمد، ح:۲۳۵] حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ نے میّت کو غسل دینے والے کے لیے غسل کرنے کو سنت فرمایا۔[**من السنّة ان من غسل ميتاً اغتسل .ابن ابی شيبة:١١١٥٠**]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے دایاں پاؤں داخل کرنے کو اور نکلتے وقت پہلے بایاں پاؤں باہر نکالنے کو سنت فرماتے ہیں۔[السنن الکبری للبیہقی:۶۲۰/۲]

اِن سب روایات سے ثابت ہوا کہ کوئی عمل جو آپ ﷺ نے کیا ہے، وہ سنت ہے، پھر چاہے تاکیدی درجہ کی سنت ہو یعنی سنت مؤکدہ، چاہے مستحب اور ادب کے درجہ کی سنت ہو، اور چاہے نفل درجہ کی سنت ہو۔

الشیخ عبدالمحسن بن حمد العباد آل بدر فرماتے ہیں:

وهٰذه الشريعة الكاملة هى سنّته ﷺ بالمعنى العام فانّ السنّة تطلق اربع اطلاقات الاوّل انّ كلّ ماجاء فى الكتاب والسنّة هو سنّتهٗ ﷺ، وهى طريقته التى كان عليها ﷺ، ومن ذالك قوله ﷺ "فَمَن رغِب عن سنّتِى فليس مِنّى." رواه البخارى: ٥٠٦٣ ومسلم:١٤٠١. الثانى: انّ السنّة بمعنى الحديث وذالك اذا عُطفت على الكتاب ومنه قوله ﷺ "ياايّهاالنّاس انّى قدتركتُ فيكم ماان اعتصمتم بهٖ فلن تضلوا ابداً، كتابَ الله وسنّة نبيهٖ ﷺ." وقوله "انى قدتركتُ فيكم شيئين لن تضلوا بعدهما كتاب الله وسنّتِى." رواهماالحاكم فى مستدركهٖ:١/٩٣، ومنه قول بعض العلماء عندذكربعض المسائل وهٰذه المسألة دلّ عليهاالكتاب والسنّة والاجماع. الثالث: ان السنّة تطلق فى مقابل البدعة ومنه قوله ﷺ فى حديث العرباض بن سارية "فانّهٗ من يعش منكم فسيرى اختلافاكثيرا، فعليكم بسنّتِى وسنّة الخلفاء المهديين الراشدين تمسكوا بها وعضوا

علیھا بالنواجذ، وایّاکم ومحدثات الامور فانّ کل محدثة بدعة وکل بدعة ضلالة.“ اخرجه ابوداؤد :۴۶۰۷ وھٰذالفظهٗ ،والترمذی :۲۶۷۶ وابن ماجة:۴۳، ۴۴ ،وقال الترمذی حدیث حسن صحیح، ومنه تسمیة بعض المتقدمین من المحدثین کتبھم فی العقیدة باسم السنة مثل السنة لمحمدبن نصرالمروزی والسنة لابن ابی عاصم والسنة للالکائی وغیرھا، وفی کتاب السنن لابی داؤدکتاب السنة یشتمل علی احادیث کثیرة فی العقیدة ،الرابع ان السنة تطلق بمعنی المندوب والمستحب وھو ماامربه علی سبیل الاستحباب لاعلی سبیل الایجاب،وھٰذاالاطلاق للفقھاء.

[الحث علی اتباع السنة والتحذیرمن البدع وبیان خطرھا صفحة:۱۷، ۱۸، ۱۹]

اِس ساری عبارت کامختصر خلاصہ یہ ہے کہ مفہومِ عام کے اعتبار سے یہ ساری شریعت نبی کریم ﷺ کی سنت ہے،اور سنّت چار چیزوں پر بولی جاتی ہے:

اول: وہ سب کچھ جوقرآن وسنّت میں آیاوہ آپ ﷺ کی سنّت ہے،آپ ﷺ کاوہ طریقہ ہے جس پرآپ ﷺ تھے۔

دوم:سنّت حدیث کے معنٰی میں بھی ہوتاہے،یہ اس وقت جب سنّت کا کتابُ اللہ پر عطف ہو۔

سوم:سنّت بدعت کے مقابل میں بھی بولی جاتی ہے۔

چہارم:سنّت مندوب اور مستحب کے معنٰی میں بھی ہوتی ہے،یعنی وہ جس کاحکم بطورمستحب ہونے کے ہو،بطورواجب ہونے کے نہ ہو۔

مزید غامدی صاحب کہتے ہیں:”تیسرا اُصول یہ ہے کہ عملی نوعیت کی وہ چیزیں سنّت نہیں ہوسکتیں جن کی ابتداء پیغمبر کے بجائے قرآن سے ہوئی ہے، نبی ﷺ کے بارے میں معلوم ہے کہ آپ نے چوروں کے ہاتھ کاٹے ہیں ،زانیوں کوکوڑے مارے ہیں ،اوباشوں کوسنگ سارکیاہے،منکرینِ حق کے خلاف تلواراٹھائی ہے،لیکن ان میں سے کسی چیزکوسنّت نہیں کہاجاتا،یہ قرآن کے احکام ہیں جوابتداء اُسی میں واردہوئے ،اوررسول اللہ ﷺ نے اُن کی تعمیل کی ہے۔“[میزان:۵۸]

یعنی اگرکوئی حکم قرآن میں آیااوررسول کریم ﷺ نے اُس پرعمل بھی کیالیکن قرآن کاحکم آنے کے بعدآپ ﷺ نےعمل کیاتووہ سنّت نہیں کہاجاسکتا،مثال میں غامدی صاحب نے چندحدود کاذکرکیا۔

حالاں کہ حضرت فضالہ بن عبیدرضی اللہ عنہ نے چورکاہاتھ سزامیں کاٹ کراُس کی گردن میں لٹکا دینےکوسنّت فرمایا۔[السنن الکبری للنسائی :۷/۴۳،شرح معانی الاثار:۴/۳۲۲]

عن انس رجم رسول الله ﷺ وابوبکروعمروامرھماسنّة.[مسندابی یعلی

:۴۲۱۴، ۴۲۱۵] حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے بھی رجم کیا ہے، اور اِن دونوں کا کام سنّت ہے۔

یعنی رجم بھی سنّت ہے، حالاں کہ حدود میں سے ہے۔

غامدی صاحب مزید کہتے ہیں: ''وہ چیزیں جو محض بطور بیانِ فطرت کے طور پر آئی ہیں وہ بھی سنّت نہیں ہیں، الا یہ کہ انبیاء علیہم السلام نے اُن میں سے کسی چیز کو اٹھا کر دین کا لازمی جز بنا دیا ہو۔'' [میزان: ۶۱]

حضور ﷺ سے منقول ایک حدیثِ فطرت ہے جس میں انسان کی فطرت کی چیزیں بیان ہوئیں ارشاد فرمایا:

عشر من الفطرة قص الشارب واعفاء اللحية والسواک والاستنشاق بالماء وقص الاظفار وغسل البراجم ونتف الابط وحلق العانة وانتقاص الماء قال مصعب ونسيت العاشرة الاان يكون المضمضة. [مسنداحمد، مسلم، سنن اربعة الجامع الصغير ح ۵۴۳۲] دس باتیں فطرت سے ہیں مونچھیں کاٹنا، داڑھی بڑھانا، مسواک، ناک میں پانی ڈالنا، ناخن کاٹنا، جوڑوں کی ہڈیاں دھونا، بغل کے بال اکھیڑنا، زیرناف بال صاف کرنا، پانی سے استنجاء کرنا، مصعب کہتے ہیں: دسویں مجھے بھول گئی، شاید کہ وہ کلی کرنا ہے۔

علماء محدثین کی بڑی تعداد فطرت سے مراد لیتی ہے: **من سنن الانبياء** یعنی یہ دس کام انبیاء کی سنتوں میں سے ہیں۔ [شرح مسلم نووی: ۳/۱۴۷، شرح ابی داوٗد للعینی: ۱/۱۵۹ وغیرہ] بلکہ خود نبی کریم ﷺ سے اِس حدیث کے لفظ منقول ہیں: **عشرة من السنة. [مستخرج ابی عوانة: ۱/۱۶۳، ح: ۴۷۲، السنن الکبری للنسائی: ۹۲۴۳]**

کیوں کہ انبیاء صحیح الفطرت وکامل الفطرت انسان ہوتے ہیں تو جو کام فطرت ہوگا سب سے پہلے انبیاء علیہم السلام کریں گے، اس سے معلوم ہوا کہ فطرت کے کام نبیوں کی سنّت کے کام ہیں، تو یہ کہنا کیسے صحیح ہوسکتا ہے کہ جو چیزیں محض بطور فطرت بیان ہوئیں وہ بھی سنت نہیں ہیں؟

اگر وہ غامدی صاحب کے نزدیک سنّت نہیں ہیں تو یہ جانیں اِن کا کام، حضور ﷺ کے نزدیک وہ سنّت کے کام ہیں کیوں کہ آپ ﷺ فطرت اور سنّت کہہ کر نبیوں کی (اور اپنی) سنّت بتا رہے ہیں۔

پیش نظر رہے کہ اِن حدیثوں میں حضور نبی کریم ﷺ نے داڑھی کو بھی سنّت فرمایا ہے: **وتوفير اللحية، اعفاء اللحى. [السنن الکبری للنسائی: ۹۲۴۳، مستخرج ابی عوانة ح: ۴۷۲]** جب کہ غامدی صاحب کے نزدیک داڑھی سنّت نہیں ہے، کیا غامدی صاحب بتا سکتے ہیں کہ کوئی نبی ورسول اور کوئی صحابی یا کوئی تابعین وتبع تابعین میں سے داڑھی موڑنے یا کترانے والا تھا؟ اگر نہیں تو سب نبیوں سے اور صحابہ تابعین تبع تابعین کے اجماع وتواتر سے داڑھی کی سنّت ثابت ہوئی، تو فطرت اور سنّت کیوں نہیں؟

غالباً غامدی صاحب کے نظریہ میں یہ سنّت تب بنتی جب انبیاء کرام علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک کُل مسلمانوں کا اجماع وتواتر ہوتا، مگر چوں کہ صدیوں سے مسلمان داڑھی مونڈنے شروع ہوگئے تو اجماع وتواتر ختم ہوگیا، لہٰذا سنّت نہ رہی، **سبحان اللہ!**

اور غامدی صاحب کہتے ہیں: ''وہ چیزیں بھی سنّت نہیں ہوسکتیں جو نبی ﷺ نے لوگوں کی رہنمائی کے لئے اُنہیں بتائی ہیں، لیکن رہنمائی کی نوعیت ہی پوری قطعیت کے ساتھ واضح کردیتی ہے کہ اُنہیں سنّت کے طور پر جاری کرنا آپ کے پیش نظر ہی نہیں ہے، اِس کی ایک مثال نماز میں قعدے کے اذکار ہیں، روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے لوگوں کو تشہد اور درود بھی سکھایا ہے اور اس موقع پر کرنے کے لئے دعاؤں کی تعلیم بھی دی ہے، لیکن یہی روایتیں واضح کردیتی ہیں کہ ان میں سے کوئی چیز بھی آپ نے بطور خود اس موقع کے لئے مقرر کی ہے اور نہ سکھانے کے بعد لوگوں کے لئے اُسے پڑھنا لازم قرار دیا ہے،......لہٰذا سنّت صرف یہی ہے کہ ہر نماز کی دوسری اور آخری رکعت میں نماز پڑھنے والا دوزانو ہوکر قعدہ کے لئے بیٹھے، اس کے علاوہ کوئی چیز بھی اس موقع پر سنّت کی حیثیت سے مقرر نہیں کی گئی۔'' [میزان:۶۰]

یہ بھی غامدی صاحب کی غلط فہمی ہیں، یقیناً حضور ﷺ کا مقصود تشہد اور درود شریف سمجھانے سے بطور سنّت سمجھانا تھا، ہاں دعاء میں حضور ﷺ نے اختیار دیا ہے، درود وتشہد کے الفاظ میں اختیار دینا کسی بھی روایت سے ثابت نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

فاذا قعد احدکم فی الصلوۃ فلیقل التحیات للہ والصلوات والطیبات، السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ، السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین ......اشھدُان لاالٰہ الا اللہ واشھدانّ محمدا عبدہٗ ورسولہٗ. [مسلم:۱/۱۷۳]

جب آدمی نماز کے قعدہ میں بیٹھے تو یہ تشہد پڑھے **اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ** سے **عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ** تک۔

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صحابی نے نماز میں درود شریف نہ پڑھا اور دعاء شروع کردی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اِس شخص نے جلدی کرلی، پھر فرمایا: **اذا صلی احدکم فلیبدأ بتحمید اللہ والثناء علیہ ثم لیصل علی النبی ﷺ ثم لیدع بعدماشاء.** [سنن ترمذی: ۳۴۷۷، **اعلاء السنن** ح:۸۸۴] جب آدمی نماز پڑھ لے (فارغ ہونے کے قریب ہوجائے) تو پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرے (تشہد کے الفاظ پڑھے) پھر درود شریف پڑھے پھر جو جی چاہے دعاء مانگے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا:

یتشھدُ الرجل ثم یصلی علی النبی ﷺ ثم یدعو لنفسہٖ. [**رواہ الحاکم بسندقوی فتح الباری:۱۱/۱۴۰، اعلاء السنن ح:۸۹۵**] آدمی تشہد پڑھ کر درود شریف پڑھے پھر اپنے لئے دعاء مانگے۔

اِن حدیثوں سے اور دوسری اُن تمام روایات سے جو تشہد کے بارے میں آئی ہیں یہی صاف ظاہر ہے کہ آپ ﷺ نے دعاء میں اختیار دیا ہے، اس کے علاوہ اذکار میں کوئی اختیار نہیں دیا۔

ہاں! مگر اِس اختیار کا یہ معنی ہرگز نہیں ہے کہ نماز کے اندر کی دعائیں ہر کوئی اپنی زبان میں مانگ سکتا ہے جیسا کہ غامدی صاحب سمجھے ہیں۔[اشراق جنوری سنہ ۲۰۱۰ء، ص: ۶۵] بلکہ مطلب یہ ہے کہ قرآن وحدیث میں مذکور دعاؤں میں سے جو چاہے آدمی اختیار کرلے، کسی خاص دعاء کی تعیین لازم نہیں ہے۔

حاصل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے کرنے سے آپ ﷺ کا ہر عمل سنّت بن گیا ہے، فرض سے لے کر ادب تک آپ ﷺ کی سنن ہیں، جیسے فرض وواجب سنت ہے، مستحب اور نفل بھی سنّت ہے، بلکہ آپ ﷺ کے بعد خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کا عمل بھی سنّت میں درج ہے۔

حضور ﷺ اور خلفاء راشدین کے کیے ہوئے اعمال بھی سنت ہیں:

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مشہور حدیث ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

فعليكم بسنّتي وسنّة الخلفاء الراشدين المهديين. [مشكوة، باب الاعتصام بالكتاب والسنة] تم پر میری سنّت اور خلفاء راشدین کی سنّت لازم ہے۔

اس حدیث سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ خلفاء راشدین حضرت ابوبکر وعمر وعثمان وعلی رضی اللہ عنہم کی سنّت بھی ایسے ہی سنّت ہے جیسے نبی کریم ﷺ کی سنّت ہے۔

عن انس رجم رسول الله ﷺ وابوبكر وعمر، وامرهما سنّة. [مسند ابی يعلی ۴۲۱۴، ۴۲۱۵] حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے بھی رجم کیا ہے، اور حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کا کام بھی سنّت ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے خلافت کے زمانہ میں ایک خطبہ دیا، اُس میں فرمایا:

الا انّ ماسَنَّ رسول الله ﷺ وصاحباه فهو دينٌ نأخذبه وننتهي اليه وماسنَّ سواهما فاِنّا نُرجِئُهُ. [حلية الاولياء: ۲۹۸/۵] خبردار! جو کام رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے سنّت بنادیا وہ دین ہے ہم اُس کو لیں گے، اور اُس تک رُک جائیں گے، اور جو اُن کے سوا نے سنّت بنایا ہم اُس کو پیچھے کردیں گے۔

سنّ رسولُ الله ﷺ ووُلاةُ الامر بعدهُ سُنناً الاخذبها اتباعٌ لكتاب الله واستكمال لطاعة الله وقوة على دين الله، ليس لاحدمن الخلق تغييرها ولاتبديلها ولاالنظر في شيء خالفها، من اهتدى بها فهو مهتد، ومن استنصربها فهو منصور، ومن تركها اتبع غير سبيل المؤمنين. [جامع بيان العلم ح: ۲۳۲۶، حلية الالياء: ۳۲۴/۶]

رسول اللہ ﷺ نے اور آپ ﷺ کے بعد خلفاء (راشدین) نے سنتیں بنائی ہیں جن کو لینا کتاب اللہ کی اتباع ہے، اور اللہ کے حکم کی تعمیل کی تکمیل ہے، اور اللہ کے دین پر قوت کا ذریعہ ہے، کسی کے لئے اُن میں تبدیلی جائز نہیں ہے، اور نہ یہ کہ اُن کے خلاف کی طرف نگاہ کرے، جس نے اُن سنتوں کے ذریعے راہ اختیار کی اُس نے ہدایت پائی، اور جس نے اُن کے ذریعے مدد مانگی اُس کی مدد کی گئی، اور جس نے اُن کو چھوڑا اُس نے مسلمانوں کی راہ چھوڑ کر کسی اور راستہ کی پیروی کی۔

یہ حدیثیں اور آثار واضح کرتے ہیں کہ جو کام نبی کریم ﷺ نے اور خلفاء اربعہ نے کیے وہ بھی سنّت ہیں، صرف اُنہی کو سنّت ٹھہرانا جو سابقہ انبیاء علیہم السلام سے خصوصاً ابراہیم علیہ السلام سے چلے آرہے ہوں غلط ہے۔

سنت عمل کے ثبوت کے لیے سخت شرط:

غامدی صاحب کہتے ہیں: ’’جس طرح قرآن خبر واحد سے ثابت نہیں ہوتا، اسی طرح سنّت بھی اس سے ثابت نہیں ہوتی، سنّت کی حیثیت دین میں مستقل بالذات ہے......لہٰذا قرآن ہی کی طرح سنّت کا ماخذ بھی امت کا اجماع ہے۔‘‘ الخ [میزان صفحہ ۶۰، ۶۱]

غامدی صاحب کی اِس سخت شرط کی بنیادی وجہ وہی ہے کہ سنّت کا مفہوم غلط سمجھے تو اُس کے لئے شرط بھی سخت لگا دی، اِس شرط کا نتیجہ یہ ہے کہ جو کام اپنے نظریہ میں پہلے سے اجماع وتواتر سے ثابت سمجھتے ہیں اُسی کو سنّت مانتے ہیں، اور جس پر اجماع وتواتر ثابت نہیں سمجھتے اُس کو سنّت نہیں مانتے چاہے نبی کریم ﷺ کی حدیث میں یا آثار صحابہ وتابعین وتبع تابعین میں یا ائمہ مجتہدین کے ارشادات میں اُس کو سنّت کہا گیا ہو، حالاں کہ نہ سنّت کا وہ مفہوم ہے جو یہ صاحب سمجھے ہیں، اور نہ سنّت کے ثبوت کے لئے تواتر واجماع شرط ہے، اخبار آحاد صحیحہ سے بھی سنّت ثابت ہوتی ہے، غامدی صاحب کے نزدیک خبر واحد سے ثابت عمل قرآن وسنّت کے مطابق ہو تو اُس کو بس اسوہ حسنہ اور تفہیم وتبیین کہہ سکتے ہیں، سنّت نہیں کہہ سکتے، حالاں کہ اسوہ حسنہ سنّت ہی ہے، اسلاف نے خبر واحد صحیح یا حسن سے متعلق صاف لکھا ہے کہ اُس سے احکام ثابت ہوتے ہیں، اور سنّت بھی احکام میں سے ہے، بلکہ حدیث ضعیف سے بھی جو سخت درجہ کی ضعیف نہ ہو کسی عمل کا استحباب (مستحب ہونا) ثابت کرتے ہیں۔

اخبار آحاد سے احکام شرعی سنّت وجوب حرمت وغیرہ ثابت ہوتے ہیں:

علامہ شمس الدین سخاوی رحمہ اللہ امام نووی رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

قال العلماء من المحدثین والفقهاء وغیرهم یجوز ویستحب العمل فی الفضائل والترغیب والترهیب بالحدیث الضعیف مالم یکن موضوعاً واما الاحکام کاالحلال

والحرام والبيع والنكاح والطلاق وغيرذالک فلايعمل فيهاالابالحديث الصحيح اوالحسن الاان يكون فی احتياط فی شیء من ذالک كمااذاوردحديث ضعيف بكراهة بعض البيوع اوالانكحة . [القول البديع :۲۵۵] علماءمحدثین فقہاءوغیرہم فرماتے ہیں فضائل اورترغیب وترہیب میں ضعیف حدیث پرعمل جائزاورمستحب ہے جب تک وہ ضعیف حدیث من گھڑت نہ ہو،باقی رہے احکام حلال وحرام خریدوفروخت اورنکاح وطلاق وغیرہ ،اُن میں صرف صحیح یاحسن حدیث ہی قابل عمل ہوگی سوائے اس کہ کسی معاملہ میں احتیاط کا تقاضاعمل کرنے کا ہو،مثلاً کوئی ضعیف حدیث کسی قسم کی بیع یانکاح کے مکروہ ہونے سے متعلق منقول ہو۔

یہ بات امام نووی رحمہ اللہ نے کتاب **الاذکار** صفحہ۱۶میں تحریرفرمائی ہے۔

امام بدرالدین محمد بن عبداللہ بن بہادرزرکشی شافعی (م۷۹۴ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وقدرئيتُ فی كتاب فهم السنن للامام الحارث بن اسدالمحاسبی اختلف الناس فيماتثبت به السنّة فقال قوم تثبت بخبرالواحداذاجاء متصلاً برجال معروفين بالصدق والحفظ واللقاء بعضهم لبعض اذاقال سمعتُ اوحدثنی كل واحدمنهم فمن فوقه الی النبی ﷺ فامّا اذاكانواثقاتاًقدلقی بعضهم بعضاًولم يقل كل واحدمنهم سمعتُ اوحدثنی اوقالوه جميعاًالاواحداًفلايثبت به ابداً سنة ....وقال آخرون يثبتُ اذاعرفوابالحفظ واللقاء وعدم التدليس ،وقال آخرون يقبل وان كان فيهم من يدلس اذاكان لايدلس الا عن ثقة ،فان كان يدلس عن غيرثقة لم يقبل. [النكت علی مقدمة ابن الصلاح للزركشی صفحه: ۲۵،۲۴/۲] میں نے امام محاسبی رحمہ اللہ کی کتاب میں دیکھاہے کہ اس بارے میں اختلاف ہے کہ کس حدیث کے ذریعے سنّت ثابت ہوتی ہے؟ کچھ حضرات کہتے ہیں کہ خبرواحد کے ذریعے بھی سنت ثابت ہوتی ہے جب خبرواحداتصال کے ساتھ آئے،اورایسے راویوں کے واسطے سے ہوجوسچائی حفظ اورباہمی ملاقات میں مشہورہوں اورنبی کریم ﷺ تک ہرراوی یوں بیان کرے کہ میں نے سناہے یامجھے فلاں نے بیان کیاہے،لیکن اگرثقہ توہوں اورہرایک کی باہمی ملاقات بھی ہوئی ہو،مگرہرایک راوی یوں نہ کہے کہ میں نے سنا،یامجھے فلاں نے بیان کیا،یاباقی سب راوی یوں کہیں مگرایک ایسانہ کہے توایسی حدیث کے ذریعے کبھی سنّت ثابت نہیں ہوگی۔

اورکچھ دوسرے حضرات کہتے ہیں کہ خبرواحدسے تب سنّت ثابت ہوگی جب راوی حفظ ملاقات اورتدلیس نہ کرنے میں معروف ہوں،اورکچھ اورحضرات کہتے ہیں اگراُس کے راویوں میں تدلیس کرنے والاراوی توہومگروہ ثقہ سے تدلیس کرتاہوتوایسی خبرواحدقبول کی جائے گی،اوراگرغیرثقہ سے تدلیس

کرتا ہوتو قبول نہ کی جائے گی۔

اس عبارت سے اتنا تو صاف واضح ہے کہ ائمہ محدثین فقہاء کے نزدیک خبر واحد سے سنّت ثابت ہوتی ہے، ہاں ایسی خبر واحد کی صفات کے بارے میں اختلاف ہے، اگر اختلاف کا حاصل نکالیں تو یہ ہے کہ وہ خبر واحد ایسی ہو جو بالکل صحیح ہو، اُس کی صحت میں کوئی شبہ نہ ہو۔

اور فرماتے ہیں: **اختلف فی اسماء الله تعالی هل تثبتُ بخبر الواحد، والصحیح کماقاله ابن القشیری فی المرشد والآمدی فی الاحکام الثبوت کمافی سائر الاحکام الشرعیة. [البحر المحیط فی اصول الفقه: ۱۳۳/۶]** اس میں اختلاف ہے کہ اللہ تعالی کے اسماء خبر واحد سے ثابت ہوتے ہیں یا نہیں؟ جیسا کہ امام ابن القشیری ''المرشد'' میں اور آمدی ''الاحکام'' میں فرماتے ہیں صحیح یہ ہے کہ خبر واحد سے اللہ تعالی کے اسماء اسی طرح ثابت ہوتے ہیں جس طرح دوسرے احکامِ شرعی خبر واحد سے ثابت ہوتے ہیں۔

علامہ ابوالکمال عبدالغنی بن محمد مصری قاہری (م ۱۴۰۳ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وخبر الواحد العدل یفید ظن الملزوم وهو انّ المخبربه سنّة فیجب کون مااشتمل علیه من الاحکام حکم الله تعالی. [الرد علی من ینکر حجیة السنّة: ۴۳۰]

عادل راوی کی خبر واحد فائدہ دیتی ہے ملزوم کے ظنی ہونے کا یعنی اس بات کا کہ اُس کی خبر دی ہوئی بات سنّت ہے، اس لئے وہ اس کا بھی فائدہ دیتی ہے کہ جو اُس میں احکام ہیں وہ لازماً اللہ تعالی کا حکم ہیں۔

اس کا حاصل بھی یہی ہے کہ عادل راوی کی خبر واحد حدیث سے اُس حدیث میں مذکور حکم کا حکمِ الٰہی ہونا اور سنّت ہونا ثابت ہوتا ہے۔

امام ابوبکر خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جاز تثبیت الاحکام الشرعیة بخبر الواحد مثل تحلیل وتحریم وایجاب واسقاط وتصحیح وابطال واقامة حد بضرب وقطع واستباحة فرج وماشبه ذالک. [الفقیه والمتفقه: ۲۷۱/۱] خبر واحد کے ذریعے احکام شرعی کو ثابت کرنا جائز ہے مثلاً کسی چیز کے حلال قرار دینے کے لئے، یا حرام قرار دینے کے لئے، یا واجب بتانے کے لئے، ساقط کرنے کے لئے، صحیح یا باطل قرار دینے کے لئے، اور مار پٹائی والی یا عضو کاٹنے کی حد قائم کرنے کو ثابت کرنے کے لئے، اور کسی شرمگاہ کو حلال ٹھہرانے کے لئے اور اِن جیسی دوسری باتوں کے لئے۔ (خبر واحد کے ذریعے اثبات جائز ہے) (جاری ہے۔)

☆......☆......☆......☆

مولانا خادم حسین بدر قسط:۲

کتاب ''ذکر اللہ کے حلقے'' کا تحقیقی جائزہ

ذکر اللہ کے فضائل کے بعد کتاب ''ذکر اللہ کے حلقے'' کا جائزہ لینے سے قبل چند شرعی اُصول تمہیدی گزارشات کے طور پر ذہن نشین فرمالیں۔

(۱)......اصول نمبر۱: انفرادی عبادت کو اجتماعی صورت میں کرنا بدعت ہے!

شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''جس عبادت کو شریعت نے انفرادی طور پر مشروع فرمایا ہے اس کو اجتماعی طور پر کرنا بدعت ہے۔ مثلاً فرض نماز تو اجتماعی طور پر پڑھی جاتی ہے اور شریعت کو ان کا اجتماعی طور پر ادا کرنا ہی مطلوب ہے۔ مگر نفلی نماز الگ الگ پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ اس لئے نفلی نماز اجتماعی طور پر پڑھنے کو ہمارے فقہاء نے مکروہ اور بدعت لکھا ہے۔ علامہ شامیؒ لکھتے ہیں: وَ لِذَا مَنَعُوْا عَنِ الْاِجْتِمَاعِ بِصَلٰوۃِ الرَّغَائِبِ الَّتِیْ اَحْدَثَھَا بَعْضُ الْمُتَعَبِّدِیْنَ، لِاَنَّھَا لَمْ تُؤْثَرْ عَلٰی ھٰذِہِ الْکَیْفِیَّۃِ فِیْ تِلْکَ اللَّیَالِی الْمَخْصُوْصَۃِ وَ اِنْ کَانَتِ الصَّلٰوۃُ خَیْرَ مَوْضُوْعٍ ترجمہ: ''اسی بنا پر فقہائے امت نے نماز ''رغائب'' کے لئے جمع ہونے سے منع کیا ہے جو کہ بعض متعبدین نے ایجاد کیا ہے، کیونکہ ان مخصوص راتوں میں اس کیفیت سے نماز پڑھنا منقول نہیں۔ اگرچہ نماز بذات خود خیر ہی خیر ہے۔''

اسی سے شبِ برأت، شبِ معراج اور شبِ قدر میں نمازوں کے لئے جمع ہونے اور ان کو اجتماعی شکل میں ادا کرنے کا حکم معلوم ہوسکتا ہے، یا مثلاً شریعت کا حکم یہ ہے کہ جو عبادت اجتماعی طور پر ادا کی گئی ہو اس کے بعد تو دعا اجتماعی طور پر کی جائے، مگر جو عبادت الگ الگ ادا کی گئی ہو اس کے بعد دعا بھی انفرادی طور پر ہونی چاہیے۔ چنانچہ آنحضرتؐ اور صحابہؓ و تابعینؒ سے یہ منقول نہیں ہے کہ وہ سنن و نوافل کے بعد اجتماعی دعا کرتے ہوں۔ اس لیے ہمارے یہاں جو رواج ہے کہ لوگ سنتیں، نفل پڑھنے کے بعد امام کے انتظار میں بیٹھے رہتے ہیں۔ سنن و نوافل سے فارغ ہونے کے بعد امام دعا کرتا ہے اور لوگ اس پر آمین آمین کہتے ہیں یہ صحیح نہیں۔ اگر اتفاقاً کسی بزرگ کی دعا میں شریک ہونے کے لیے ایسا ہو جائے تو مضائقہ نہیں مگر اس کی عادت بنالینا بدعت ہے۔ یا مثلاً نماز کے علاوہ شریعت نے ذکر و تسبیح اور درود شریف وغیرہ اجتماعی طور پر پڑھنے کا حکم نہیں دیا۔ بلکہ ہر شخص کو الگ الگ جو پڑھنا ہو پڑھے۔ اب ان اذکار کو اجتماعی طور پر مل کر پڑھنا بدعت ہوگا۔ فتاویٰ عالمگیری میں ''محیط'' صفحہ نمبر ۲۱۷ سے نقل کیا ہے:

قِرَائَۃُ الْکَافِرُوْنَ اِلٰی الآخِرِ مَعَ الْجَمْعِ مَکْرُوْھَۃٌ لِاَنَّھَا بِدْعَۃٌ لَمْ تُنْقَلْ عَنِ الصَّحَابَۃِ وَ لَا عَنِ التَّابِعِیْنَ۔ ترجمہ: سورۂ الکافرون سے آخر تک مجمع کے ساتھ پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ یہ بدعت ہے۔صحابہؓ و تابعینؒ سے منقول نہیں۔

فتاویٰ بزازیہ میں فتاویٰ قاضی خانؒ کے حوالے سے نقل کیا ہے:ترجمہ:''بلند آواز سے ذکر کرنا حرام ہے۔حضرت ابن مسعودؓ سے بسند صحیح منقول ہے کہ آپ نے سنا کہ کچھ لوگ مسجد میں جمع ہوکر بلند آواز سے کلمہ طیبہ اوردرود شریف کا ورد کررہے ہیں۔آپ ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: ہم نے آنحضرت ﷺ کے زمانے میں یہ چیز نہیں دیکھی۔میرا خیال ہے کہ تم بدعت کررہے ہو۔آپ بار بار یہی بات کہتے رہے یہاں تک کہ انہیں مسجد سے نکال دیا۔''

اس سے معلوم ہوگیا کہ آج کل مسجدوں میں زور زور سے کلمہ طیبہ پڑھنے اور گا گا کر درود وسلام پڑھنے کا جو بعض لوگوں نے رواج نکالا ہے یہ بدعت ہے اوراس سے مساجد کو پاک کرنا لازم ہے۔یا مثلاً شریعت نے نماز جنازہ کا ایک خاص طریقہ تجویز فرمایا ہے مگر نمازِ جنازہ کے بعد اجتماعی طور پر دعا کرنے کی تعلیم نہیں دی اور نہ آنحضرت ﷺ اور صحابہؓ وتابعینؒ اس موقع پر اجتماعی دعا کیا کرتے تھے۔اس لئے جنازہ کے بعد اجتماعی دعا کرنا اوراس کو ایک سنت بنالینا بدعت ہوگا۔جنازے کے بعد دعا کرنی ہو تو صفوں کو توڑ دیا جائے،اور ہر شخص اپنے طور پر بغیر ہاتھ اٹھائے دعا کرے تو مضائقہ نہیں۔مگر آنحضرت ﷺ سے جنازے کی جو کیفیت منقول ہے اس میں ردوبدل کی اجازت نہیں۔[اختلافِ امت اور صراطِ مستقیم حصہ اول صفحہ ۱۱۳/تا ۱۱۵،از شہید اسلام مولانا یوسف لدھیانویؒ۔اور صراطِ مستقیم مرتب مولانا محمد اسحاق ملتانی ص:۱۴۶،۱۴۷]

مولانا محمد رفعت صاحب قاسمی مدرس دار العلوم دیوبند لکھتے ہیں:

''جس عبادت کے لیے اجتماع ثابت نہ ہو، اگر اہتمام والتزام کے ساتھ اجتماعی طریقہ سے اس کو ادا کیا جائے تو وہ مناسب طریقہ نہ ہوگا اور اس سے روکا جائے گا۔اسلاف عظام سے اس کا ثبوت بھی ہے۔اس کے چند نمونے ملاحظہ ہوں:

چاشت کی نماز حدیث سے ثابت ہے مگر اس کے لیے مساجد میں اجتماع اور اہتمام ثابت نہیں، حضرت ابن عمرؓ نے جب دیکھا کہ کچھ لوگ مسجد میں جمع ہوکر پڑھتے ہیں تو آپ نے اسے ناپسند فرمایا اور اسے بدعت قرار دیا۔

عن مجاهد قال : دخلت انا و عروة بن الزبير المسجد، فاذا عبد الله بن عمر جالس الى حجرة عائشه و اذا اناس يصلون فى المسجد صلوة الضحى، قال : فسألناه عن صلوتهم، فقال: بدعة. [بخاری شریف:۱/۲۳۸]

عیدگاہ آتے جاتے راستے میں تکبیر اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر، اللہ اکبر وللہ الحمد پڑھنا مستحب ہے؛ لیکن سب مجتمع ہوکر آواز سے راگ کی رعایت کرتے ہوئے نہ پڑھیں کہ یہ حرام ہے؛ بلکہ ہر

ایک اپنے اپنے طور پر تکبیر پڑھے۔[مجالس الابرار: ۲۱۳/مسئلہ نمبر: ۳۲]

عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی راتوں میں، شبِ برأت میں، رمضان المبارک کے عشرۂ اخیرہ کی راتوں میں، ذی الحجہ کے دس دن اور ان کی دس راتوں میں عبادت کی بڑی فضیلت آئی ہے، لیکن فقہائے کرام تحریر فرماتے ہیں کہ ان راتوں میں عبادت کرنے، نوافل وغیرہ پڑھنے کے لئے مساجد میں جمع ہونا مکروہ ہے۔

علامہ ابن الحاج ''کتاب المدخل'' میں فرماتے ہیں: و انما اجتماعھم لذٰلك فبدعة كما تقدم یعنی جمعہ کے دن سورۂ کہف مسجد میں اجتماعی طور پر پڑھنا بدعت ہے۔ (انفرادی طور پر پڑھنا بہت عظیم ثواب کا کام ہے۔) [کتاب المدخل: ۸۱/۲]

امام نافعؒ فرماتے ہیں کہ: حضرت ابن عمرؓ کے سامنے ایک شخص کو چھینک آئی، اس نے ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ السَّلَام عَلىٰ رَسُوْلِ الله'' کہا، حضرت ابن عمرؓ نے یہ سن کر فرمایا: میں بھی یہ کلمات پڑھ سکتا ہوں؛ مگر اس موقع پر یہ کلمات پڑھنے کی رسول اللہؐ نے ہمیں تعلیم نہیں دی، اس موقع پر ہمیں یہ تعلیم فرمائی کہ یہ کلمات کہیں ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلىٰ كُلِّ حَال''

عن نافع ان رجلا عطس الى جنب ابن عمرؓ فقال الحمد لله و السلام علىٰ رسول الله۔ وليس هٰكذا علمنا رسول اللهﷺ علّمنا ان نقول الحمد لله علىٰ كل حال. [ترمذی شریف: ۹۸/۲، مشکوٰۃ شریف: ۴۰۶] ان کلمات میں یہ زائد کلمہ ''والسلام علیٰ رسول اللہ'' اپنے مفہوم کے لحاظ سے بالکل صحیح ہے؛ لیکن اس موقع پر حضور اکرم ﷺ نے اس کے پڑھنے کی تعلیم نہیں دی، حضرت ابن عمرؓ کو یہی چیز نئی معلوم ہوئی اس لیے فوراً آپ نے اس پر نکیر فرمائی۔

امام شاطبیؒ فرماتے ہیں: عبادت میں مخصوص کیفیات اور مخصوص طریقے اور اوقات مقرر کر لینا جو شریعت میں وارد نہیں ہیں، بدعت اور ناجائز ہیں۔[الاعتصام: ۲۴/۱][مسائل شرک و بدعت ص ۲۰۲ تا ۲۰۳/از مولانا محمد رفعت صاحب قاسمی، فتاویٰ رحیمیہ: ۴۲۹/۱، ۴۳۰، سنت کی عظمت اور بدعت کی قباحت: ۹۳، ۹۴]

فقیہ العصر حضرت مولانا سید عبد الشکور ترمذیؒ نے اسی کے قریب قریب لکھا ہے۔[حیات ترمذی: ۴۳۷]

امام اہل سنت شیخ الحدیث والتفسیر مولانا سرفراز خان صفدرؒ لکھتے ہیں:

''چاشت کی نماز صحیح اسناد کے ساتھ متعدد حضرات صحابہ کرامؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے لیکن چونکہ آپ کے زمانہ مبارک میں اجتماعی ہیئت سے خاص اہتمام اس کے لیے نہیں ہوا کرتا تھا بلکہ کیف ما اتفق جہاں جہاں بھی کوئی ہوتا تھا وہاں ہی وہ نماز چاشت پڑھ لیتا تھا۔ اور یہ نفلی نماز ہے اور نفلی نماز کو بجائے مسجد کے گھر میں پڑھنے کی زیادہ فضیلت حدیث میں وارد ہوئی ہے۔ مگر حضرت ابن عمرؓ نے جب لوگوں کو اس نماز کے لئے مسجدوں میں اجتماع اور خاص اہتمام دیکھا تو ان کے اس فعل کو انہوں نے بدعت قرار دیا۔'' [راہِ سنت: ۱۳۱]......''جس کو اجتماعی صورت میں کرنے کا حکم نہیں دیا گیا اس کو مجتمع ہو کر نہ

کرواور جس کو باآواز بلند کرنے کا حکم شریعت نے نہیں دیا اس کو بلند آواز سے ادا نہ کرواور غیر معین بالوقت کو کسی وقت کے ساتھ خاص نہ کرو کیونکہ یہ تشریع جدید اور تبدیل دین ہے جس کا نام بالفاظ دیگر بدعت ہے۔" [راہِ سنت: ۱۳۸] ...... "کسی مسلمان کی وفات کے بعد اس کے عزیز واقارب اور دوست واحباب اس کو بہترین تحفہ بھیج سکتے ہیں اور اس کو جو حسنِ سلوک کر سکتے ہیں وہ اس کے حق میں دعا کرنا ہے۔ انفرادی طور پر جس وقت بھی کوئی چاہے اس کی وفات کے بعد تا زیست اس کے لیے دعا کرے۔ اس میں کوئی قباحت اور خرابی نہیں ہے اور نصوصِ شرعیہ سے اس کا واضع ثبوت ملتا ہے۔ لیکن بصورت اجتماع میت کے لیے دعا کرنے کا ثبوت صرف نمازِ جنازہ کی صورت میں اور قبر پر تلقین شرعی کی شکل میں ہے۔ اس کے علاوہ جہاں شریعت نے اجتماعی صورت میں دعا کا طریقہ نہیں بتلایا وہ درست نہیں ہے۔" [راہِ سنت: ۲۰۵]

حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود دامت برکاتہم (رحمہ اللہ) لکھتے ہیں:

"امام المفسرین حضرت مجاہدؒ ایک دفعہ حضرت عروہ بن الزبیرؒ کے ساتھ مسجد میں گئے تو وہاں کیا دیکھا کہ ایک بڑا اجتماع ہے اور لوگ چاشت کی نماز پڑھ رہے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ مسجد میں حضرت ام المومنینؓ کے حجرے کی طرف بیٹھے تھے۔ ہم نے ان سے اس اہتمام سے مسجد میں نماز چاشت پڑھنے کے بارے میں پوچھا: والناس یصلون اضحی فی المسجد فساء لناہ عن صلوٰتھم فقال بدعۃ.

ترجمہ: لوگ مسجد میں نماز چاشت پڑھ رہے تھے، ہم نے آپ سے ان کی اس نماز کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: یہ بدعت ہے۔" [بدعت اور اہلِ بدعت اسلام کی نظر میں: ۲۱ تا ۲۲]

مظہر الملۃ والدین حضرت قاضی مظہر حسینؒ لکھتے ہیں:

"یہاں یہ بھی ملحوظِ خاطر رہے کہ درود شریف مستحب عمل ہے۔ اور مستحب عمل کے لیے تداعی (یعنی لوگوں کو اس کے لیے بلانا) ناجائز ہے۔ لیکن اس کے برعکس مولانا عزیز الرحمٰن صاحب اور ان کی پارٹی کا تو مجلس ذکر اور محفل درود شریف ایک شعار بن چکا ہے۔ اور وہ غالباً ہر اشتہار کے پروگرام میں مجلس ذکر اور محفل درود شریف کا اعلان کرتے ہیں اور گو صلوٰۃ وسلام اور ذکر بالجہر کی وجہ سے عوام زیادہ جمع ہو جاتے ہیں۔ اور روحانیت کا چرچا زیادہ ہو جاتا ہے۔ اور عوام ان دقیق باتوں کو سمجھ بھی نہیں سکتے۔ لیکن علماء کا فریضہ ہے کہ وہ شریعت کی روشنی میں امر و نہی پر عمل کرتے رہیں۔ شریعت جذبات کے تابع نہیں ہے بلکہ جذبات کو شریعت کے تابع کرنا چاہیے۔

اس کے ساتھ ساتھ تداعی کا مفہوم بھی ذہن نشین فرمالیں۔ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحبؒ لکھتے ہیں:

"معنیٰ تداعی کے صاحب درمختار نے بیان فرمائے بان یقتدی اربعۃ بواحد ہے۔"

فقیہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذیؒ فرماتے ہیں: "بعض کا بعض کو دعوت دینا تو تداعی کے حقیقی معنی ہیں اور بغیر بلائے مجمع کثیر بھی اس تداعی میں داخل اور اس کے لازمی معنی ہیں۔"

آگے لکھتے ہیں: ’’تداعی کے معنی صرف دعوت دینے کے نہیں کثرت سے بھی تداعی ہوجاتی ہے۔‘‘

اصول نمبر ایک سے متعلق اکابر کی عبارات کا خلاصہ:

بات کا خلاصہ یہ جا نکلا کہ امر مستحب کے لیے اجتماع کرنا، یا لوگوں کو بلانا، یا خود بخود لوگوں کا اس کام کے لیے اکٹھے ہوجانا اور امر مستحب میں اجتماعی شکل بنالینا امر مذموم ہے اور یہ اصول تقریباً تمام اکابر نے اپنی جگہ تحریر فرمایا ہے۔

ذکر اذکار کے لیے لوگوں کو دعوت دینا اور مجمع کا کثیر تعداد میں آجانا اور اجتماعی مجلس ذکر کا قائم کرنا جو کہ متنازعہ ہے، یقیناً اکابرین کے اصول وضابطہ کی بنیاد پر درست نہ ہوگا۔ کیوں کہ یہ امر مستحب ہے اور مستحب کے لیے اجتماع درست نہیں۔

حجۃ اللہ فی الارض حضرت مولنا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ لکھتے ہیں:

’’میت کو ایصالِ ثواب کرنا اجماعاً درست ہے۔ جس طرح نماز ظہر میں چار رکعت فرض اور باقی سنن ونوافل ہیں۔ فرض باجماعت ادا کیے جاتے ہیں، باقی نوافل وغیرہ بلا جماعت اکیلے اکیلے۔ اسی طرح ایصالِ ثواب میں نماز جنازہ تو فرض کفایہ ہے، یہ ایصال ثواب تو باجماعت ہے۔ اس کے بعد جو بھی ایصالِ ثواب ہوگا وہ درجہ نفل میں ہوگا، وہ الگ الگ ہونا چاہیے۔

القصہ المختصر یہ ذکر وغیرہ غیر ضروری عبادات میں اجتماع یا تداعی شرعاً مقبول نہیں، اس لیے اس سے بچنا ہی چاہیے۔ محض اپنی سمجھ پر اڑ جانا یہ کوئی بات نہیں۔ خدا ہمیں سمجھ عطا فرمائے۔‘‘

حضرت اقدس سہارنپوریؒ فرماتے ہیں: ’’یہاں ذکر مولود میں بھی گو مندوب مگر تداعی واہتمام اس کا کہیں سلف سے ثابت نہیں بدعت ہووے گا۔‘‘

ا۔ جو لوگ اپنی مجالس ذکر کے لیے تداعی اور اہتمام کرتے ہیں، وہ خود سوچ لیں۔

حضرت مزید لکھتے ہیں: ’’بخاری میں ہے، حضرت ابنِ عمرؓ نے مسجد میں لوگوں کو صلوٰۃ ضحیٰ پڑھتے دیکھ کر فرمایا کہ یہ بدعت ہے۔ حالاں کہ صلوٰۃ ضحیٰ سنت مستحب ہے اور مسجد میں جانا بھی مستحب ہے۔ مگر چوں کہ بایں اجتماع اس صلوٰۃ کا مسجد میں پڑھنا نہ تھا تو اس کو بدعت فرمایا اور اس پر انکار کیا۔‘‘

امام الاولیاء قدوۃ الصلحاء مولانا احمد علی لاہوریؒ لکھتے ہیں: ’’خدا کے بندو! فقہائے عظام کا اتباع سنت دیکھو اور عبرت حاصل کرو کہ مطلق نماز جس کا ذکر خیر آں حضرت ﷺ کے ارشادات میں آچکا ہے۔ اگر کوئی اپنی طرف سے اس سے ذرا بھی زیادہ کرتا ہے تو اسے بدعت کہہ کر روک لیتے ہیں، خواہ وہ چیز دراصل عبادت ہی کیوں نہ ہو۔ مثلاً حدیث شریف میں مطلق نماز پڑھنے کا ذکر آیا ہے، جس میں جماعت کا کوئی ذکر نہیں تو اب جو شخص جماعت کی زیادتی کرتا ہے، اس کو برداشت نہیں کرتے۔‘‘ (جاری ہے) ☆☆

بہ سلسلہ زبیر علی زئی کا تعاقب

مفتی رب نواز حفظہ اللہ

علی زئی جواب پر ایک نظر

قسط:٦

زبیر علی زئی:

۴: سیدنا عبداللہ بن مسعود [۵۱۳] رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''لو ترکتم سنة نبیکم لضللتم''

اور اگر تم نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سنت کو ترک کروگے تو گمراہ [۵۱۴] ہو جاؤ گے۔ (صحیح مسلم:۶۵۴[۱۴۸۸])

اس میں سنت سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث [۵۱۵] ہے۔

امام شافعی نے فرمایا: اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک حدیث کی سند صحیح و متصل ثابت ہو جائے تو یہ سنت [۵۱۶] ہے۔ (آدابِ الشافعی ص ۱۷۷، دوسرا نسخہ ۲۳۲ وسندہ صحیح)

نیز اشرف علی تھانوی [۵۱۷] دیوبندی نے ایک حدیث کا ترجمہ لکھا ہے:

''اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں تم لوگوں میں ایسی چیز چھوڑے جاتا ہوں کہ اگر تم اس کو تھامے رہو گے تو کبھی نہ بھٹکو گے۔ ایک تو اللہ کی کتاب یعنی قرآن، دوسرے نبی کی سنت یعنی حدیث''

(بہشتی زیور حصہ ہفتم ص ۳۱ قرآن و حدیث [۵۱۸] کے حکم پر چلنا)

الجواب:

۵۱۳

علی زئی صاحب یہاں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان پیش کر رہے ہیں۔ آگے بڑھنے سے پہلے ان کے بارے میں غیر مقلد لکھاریوں کا نظریہ ملاحظہ کرتے جائیں۔

جامعہ سلفیہ بنارس کے رئیس محمد ندوی غیر مقلد نے سیدنا عمر اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے متعلق لکھا: ''چونکہ بطریق معتبر ثابت ہے کہ ان دونوں جلیل القدر صحابہ نے نصوص شرعیہ کے خلاف موقف مذکور اختیار کر لیا تھا اس لیے صرف ان دونوں صحابہ کو نصوص کی خلاف ورزی کا مرتکب قرار دیا جا سکتا ہے۔''

[تنویر الآفاق:۸۷]

ندوی صاحب مزید لکھتے ہیں: ''دریں صورت ابن مسعود کی اپنی نظر میں اس طرح کا تلبیس والا مشکوک عمل اگر قابلِ نفاذ ہے لیکن شریعت کی نظر میں اس کا حکم بھی نہایت واضح و ظاہر ہے یعنی کہ ایسی تین طلاقیں ایک قرار پائیں گی تو آخر حکم شریعت کو چھوڑ کر ابن مسعود یا ان کے علاوہ دوسروں کے موقف کو کس

دلیل شرعی کی بنیاد پر اصول فتویٰ بنالینا درست ہے؟'' [تنویر الآفاق:۱۶۵]

سیدنا عبداللہ بن مسعود کے بارے میں غیر مقلدین کہتے ہیں کہ انہوں نے رفع یدین وغیرہ کی حدیثیں بھلادیں اور یہ کہ وہ معوذتین: سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کو قرآن نہیں مانتے تھے۔

علی زئی صاحب کے استاد محبّ اللہ شاہ راشدی غیر مقلد لکھتے ہیں:

''ہم سب اہل السنۃ والجماعۃ جو یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ''الحمد لله رب العالمين سے لے کر ''من الجنة و الناس '' تک قرآن کریم ہی ہے اس پر بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع نہیں ہوا، اس لیے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ معوذتین (قل اعوذ برب الفلق و قل اعوذ برب الناس) کو مصحف میں نہیں لکھتے تھے بلکہ ان دوسورتوں کو مصحف سے محو کردیتے تھے'' [مقالاتِ راشدیہ:۱/۲۶۰]

ارشاد الحق اثری غیر مقلد لکھتے ہیں: ''بلاریب تمام صحابہ کرام سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا موقف مختلف تھا وہ اسے قرآن پاک کا حصہ نہیں سمجھتے تھے۔اسی وجہ سے انہوں نے اپنے نسخہ مصحف میں ان کو نہیں لکھا بلکہ مصحف میں سے لکھی ہوئی ان سورتوں کو مٹاتے تھے۔'' [تنقیح الکلام:۱۴۸]

محمد اسماعیل سلفی غیر مقلد لکھتے ہیں: ''اثر علی رضی اللہ عنہ تعالیٰ بصورت ثبوت اس کی حیثیت صحابہ کے بعض تفردات کی ہوگی جیسے حضرت عبداللہ بن مسعود کی تشبیک یا فاتحہ اور معوذتین کے متعلق قرآن سے علیحدگی کا خیال...'' [فتاویٰ علمائے حدیث:۴/۴۳]

امام آلِ غیر مقلدیت وحید الزمان لکھتے ہیں: ''عبداللہ بن مسعودؓ کو یہ بھی گمان تھا کہ معوذتین قرآن میں داخل نہیں ہیں۔'' [لغات الحدیث:۳/۵۱...ق]

وحید الزمان صاحب دوسرے مقام پر لکھتے ہیں: ''اس سے عبداللہ بن مسعودؓ کا قول رد ہوگیا جو معوذتین کو قرآن میں داخل نہ کرتے تھے۔'' [لغات الحدیث:۳/۱۷۸...ق]

عبدالرحمٰن مبارک پوری غیر مقلد لکھتے ہیں: ''فَالظَّاهِرُ اَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ قَدْ نَسِيَهٗ كَمَا نَسِيَ اُمُوْرًا كَثِيْرًا'' [تحفۃ الاحوذی:۱/۲۲۱] ترجمہ: ظاہر یہی ہے کہ ابن مسعود نے اسے [رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفع یدین کرنے کو (ناقل)] بھلادیا تھا جیسا کہ اور بھی بہت سی باتیں وہ بھول گئے۔

عبداللہ روپڑی غیر مقلد لکھتے ہیں:

''عبداللہؓ بن مسعود...وہ معوذتین کو قرآن مجید کی سورتیں نہیں مانتے۔'' [فتاویٰ اہلِ حدیث:۱/۱۰۲]

عبدالمتین میمن جوناگڑھی غیر مقلد مسئلہ رفع یدین پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا اس کو بھول جانا کچھ تعجب کی بات نہیں ہے، کیونکہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قرآن میں معوذتین (قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس) کا ہونا بھول

گئے جس پر سارے مسلمانوں کا اتفاق ہے، اسی طرح نماز میں تطبیق کا منسوخ ہونا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھول گئے، جس پر سارے علماء کا اتفاق ہے، اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس مسئلہ کو بھول گئے کہ دو شخص امام کے پیچھے کس طرح کھڑے ہوں، اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس کو بھول گئے جو بلا اختلاف علماء ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم النحر کو صبح کی نماز وقت پر پڑھی، اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس کو بھول گئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات میں کس طرح جمع کیا تھا، اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سجدے میں زمین پر ہاتھ رکھنا بھول گئے جو بلا اختلاف علماء ہے، اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس کو بھول گئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت ﴿وما خلق الذکر والانثی﴾ کس طرح پڑھی تھی۔ جب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نماز میں ان باتوں کو بھول گئے تو رفع یدین کا بھول جانا کیوں نہیں ہوسکتا؟''

[حدیث نماز: ۲۳۴ طبع سلفی دارالاشاعت دہلی]

مذکورہ عبارت پاکستان کی مطبوعہ ''حدیثِ نماز'' کے صفحہ ۱۲۶ پر ہے۔

داؤدراز غیر مقلد جمع بین الصلوتین پر بحث کرتے ہوئے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھتے ہیں: ''ان کا پہلا بیان محض نسیان پر محمول ہے'' [شرح بخاری: ۲/۲۲۹]

یاد رہے کہ داؤدراز کی شرح بخاری کی ابتداء میں علی زئی صاحب کی تقدیم موجود ہے۔

ان کے علاوہ بھی غیر مقلدین کی بہت سی تحریروں خاص کر رفع یدین کی بحثوں میں مذکور ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حدیثیں بھلا دیں اور وہ معوذتین کو قرآن نہیں مانتے تھے۔ مثلاً دیکھئے

محمد جوناگڑھی کی کتاب ''دلائل محمدی'': ۸۷

عبدالقادر حصاروی کی کتاب ''اصلی اہل سنت کی پہچان'': ۸۴

مذکورہ بالا حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ غیر مقلدین نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف معوذتین کے انکار اور حدیثیں بھلا دینے کو منسوب کیا ہے۔ اب دیکھتے ہیں کہ ان الزامات کی حیثیت کیا ہے؟

شیر محمد صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں: ''جو بدنصیب لوگ معوذتین وغیرہ کی وجہ سے آپ (ابن مسعود) پر کلام کرتے ہیں انہیں خود اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہیے۔ نام نہاد جماعت المسلمین رجسٹرڈ (فرقہ مسعودیہ) کے امیر دوم محمد اشتیاق نے بغیر کسی شرم کے لکھا ہے کہ ''اور ویسے بھی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حافظہ میں بھول واقع ہوگئی تھی جس کی وجہ سے یہ مسئلہ اور بھی بے حقیقت ہو جاتا ہے'' (نماز کے سلسلہ میں یوسف لدھیانوی صاحب کے چند اعتراضات اور ان کے جوابات ص ۲۸) اشتیاق کی یہ جرح بالکل باطل اور مردود ہے'' [ماہنامہ الحدیث: شمارہ: ۳۸ صفحہ ۶۴]

مذکورہ تحریر علی زئی صاحب کے رسالہ ''الحدیث'' کی ہے وہ اس رسالے کے متعلق لکھتے ہیں:

''ہمارے رسالے میں راقم الحروف اور حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ کا [مضمون نگار سے (ناقل)] متفق ہونا ضروری ہے'' [مقالات الحدیث: ۱۱]

۵۱۴

[الف]......اگر کوئی بات سنت میں نہ ملے تو سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ عامی کے لیے مجتہد کی طرف رجوع کے قائل ہیں۔

وحید الزمان غیر مقلد لکھتے ہیں: ''وَلَا يَجُوزُ تَقْلِيدُ الْمُجْتَهِدِ الْمَيِّتِ وَ حَكَى بَعْضُهُمُ الْإِجْمَاعَ عَلَيْهِ وَقِيلَ يَجُوزُ وَرَجَّحَهُ الشَّيْخُ ابْنُ الْقَيِّمِ لِأَنَّ الْقَوْلَ لَا يَمُوتُ وَتَقْلِيدُ السَّلَفِ لِأَقْوَالِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ تَدُلُّ عَلَى جَوَازِهِ وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ مَنْ كَانَ مُتَّبِعًا فَلْيَسْتَنَّ بِمَنْ مَّاتَ'' [هدية المهدى من الفقه المحمدى: ۱۱۲] ترجمہ: اور فوت شدہ مجتہد کی تقلید جائز نہیں ہے اور بعض نے تو اس پر اجماع کی حکایت بیان کی ہے اور کہا گیا ہے کہ جائز ہے اس لیے کہ [مجتہد اگرچہ فوت ہو جاتا ہے مگر (ناقل)] اس کا قول تو فوت نہیں ہوتا اور اسے ابن قیم نے راجح قرار دیا ہے۔ اسلاف کا صحابہ و تابعین کی تقلید کرنا اس کے جواز پر دلالت کرتا ہے۔ اور ابن مسعود نے فرمایا: جو شخص اتباع کرنا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ وہ ان کی پیروی کرے جو فوت ہو گئے ہیں۔

[ب]......**غیر مقلدین میں سنتوں کا ترک**

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں سینکڑوں کی تعداد میں ہیں بلکہ اگر علی زئی کی تصریح کے مطابق سنت و حدیث کو مترادف مان لیں تو سنتوں کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہو کر ہزاروں تک جا پہنچتی ہے مگر غیر مقلد مصنفین نے اعتراف کیا کہ اہلِ حدیث کے دین کا محور محض چند مسائل پر عمل کرنا ہے۔

مجدد آلِ غیر مقلدیت نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں: ''رہے یہ جاہل [غیر مقلدین (ناقل)] تو ان کا حدیث کے ساتھ بڑے سے بڑا سلوک فقط یہ ہے کہ یہ لوگ چند ایسے مسائل کو اختیار کر لیتے ہیں جو عبادات کے اندر مجتہدین اور محدثین کے مابین اختلافی ہیں معاملات کے متعلق مسائل جو کہ روزمرہ پیش آتے ہیں ان سے انہیں کوئی واسطہ نہیں۔'' [الحطہ: ۵۳ بحوالہ حدیث اور اہلِ حدیث: ۱۰۰]

مسعود عالم ندوی غیر مقلد لکھتے ہیں: ''موجودہ جماعت اہلِ حدیث آمین و رفع یدین اور اس قسم کے دو چار فروعی مسئلوں پر قانع ہو کر رہ گئی ہے۔''

[ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک: ۲۹ بحوالہ تجلیاتِ صفدر: ۵/۵۳۲]

امام آلِ غیر مقلدیت وحید الزمان لکھتے ہیں:

’’مجھ کو یہ گمان تھا کہ بنگلور میں اہلِ حدیث کی جماعت پابند سنت ہوگی مگر **خود غلط بود انچہ ما پنداشتیم** یہاں آ کر دیکھا تو بعضے اہلِ حدیث نے صرف رفع یدین اور آمین بالجہر تو اختیار کر لیا ہے لیکن دوسرے تمام ضروریات اسلام اور اخلاق اور اوامر نبوی کو پس پشت ڈال دیا، غیبت، جھوٹ وعدہ خلافی سے مطلق باک نہیں۔امامت کے لیے عالموں کو چھوڑ کر ایک نا قابل بے بصیرت شخص کو امام بنا رکھا ہے جس کو صرف ایک خطبہ یاد ہے اُسی کو رٹتا رہتا ہے کیا یہ عمل سنت کے موافق ہے۔‘‘[لغات الحدیث:۱۱۲/۲،س]

وحید الزمان صاحب دوسری جگہ لکھتے ہیں: ’’بعضے عوام اہلِ حدیث کا یہ حال ہے کہ انہوں نے صرف رفع یدین اور آمین بالجہر کو اہلِ حدیث ہونے کے لیے کافی سمجھا ہے، باقی اور آداب اور سنن اور اخلاق نبوی سے کچھ مطلب نہیں۔‘‘[لغات الحدیث:۹۱/۲ش]

عبد الاحد خان پوری غیر مقلد لکھتے ہیں: ’’ان جہال کاذب اہلِ حدیثوں میں کوئی ایک دفعہ رفع یدین کرے اور تقلید کا رد کرے اور سلف کو ہتک کرے مثل امام ابو حنیفہ کی جن کی امامت فی الفقہ اجماعِ امت کے ساتھ ثابت ہے اور پھر جس قدر کفر، بد اعتقادی اور الحاد اور زندقہ ان میں پھیلاوے بڑی خوشی سے قبول کرتے ہیں اور ایک ذرہ چیں بچیں بھی نہیں ہوتے۔‘‘[کتاب التوحید و السنۃ فی رد اھل الحاد و البدعۃ:۲۶۲]

محمد اسحاق بھٹی غیر مقلد رفع یدین اور آمین بالجہر کا تذکرہ کر کے لکھتے ہیں:

’’ہماری آج کل کی اہلِ حدیثیت اسی قسم کے چار پانچ مسائل تک محدود ہے‘‘[بزمِ ارجمنداں:۴۹]

حنیف ندوی غیر مقلد لکھتے ہیں: ’’ہمارا یہ حال ہے کہ ہم بہت بحث ومناظرہ کی وجہ سے مسائل کی ان چند گنی چنی دیواروں میں محصور ہو کر رہ گئے ہیں جن کو گروہی عصبیت اور تنگ نظری نے پیدا کیا ہے۔ چنانچہ آج اہلِ حدیث کے معنیٰ ایسے گروہ کے نہیں کہ جن کی نظر اسلام کے پورے حکیمانہ نظام پر ہو، جن کے عمل سے اسلام کی تمام اخلاقی، اجتماعی اور روحانی قدروں کا خصوصیت سے اظہار ہوتا ہو اور جو روزمرہ کی زندگی میں ہر ہر قدم پر کتاب وسنت کی تصریحات کے متلاشی ہوں۔آج اہلِ حدیث کے معنیٰ اس کے برعکس ایک ایسے شخص یا جماعت کے ہیں جن کی دلچسپیوں کا محور عموماً صرف چند مسائل، چند بحثیں اور چند فرسودہ مناظرانہ کاوشیں ہیں۔‘‘[سوانح داود غزنوی:۴۳]

مذکورہ بات ندوی صاحب نے داود غزنوی صاحب کی ترجمانی کرتے ہوئے لکھی ہے۔حمید اللہ اعوان غیر مقلد[قلعہ میاں سنگھ] نے اسی عبارت کو برضا ورغبت نقل کیا اس کے آخر میں درج ذیل جملہ بھی تحریر کر دیا:

’’جماعت اہلِ حدیث کے مزاج[چند مسائل پر اکتفا کر لینے (ناقل)] کی موجودہ کیفیت سے بھی مولانا سید رحمہ اللہ کافی پریشان تھے۔‘‘[مقدمہ علمائے اہلِ حدیث کا ذوقِ تصوف:۵]

عبد الرشید مجاہد آبادی غیر مقلد لکھتے ہیں: ’’ہم نے صرف رفع یدین کو مسئلہ بنایا ہوا ہے اگر چہ ہمیں خود کرنا نہ آتا ہو۔‘‘ [مقدمہ علمائے اہلِ حدیث کا ذوقِ تصوف:۱۱]

ڈاکٹر محمد عثمان مبشر سلفی غیر مقلد (جامع مسجد مینار والی اہل حدیث شرق پور شریف ضلع شیخوپورہ) لکھتے ہیں: ’’جامعہ عزیزیہ ساہیوال کے قاری محمد بلال عزیزی صاحب ایک دن نہایت غم سے فرمانے لگے کہ عثمان بھائی آپ کو پتہ ہے؟ ہمارے اہلِ حدیثوں میں اب تلاوت قرآن بھی ختم ہوگئی ہے۔ ہمارے اسلاف علماء کا دیوبندی علماء سے بہت زیادہ محبت والا رشتہ ہوا کرتا تھا...اہلِ حدیث مدارس میں دیوبندی حضرات تجوید وقراء ت پڑھایا کرتے تھے۔ اب کہاں گئیں وہ رفاقتیں...؟ کہاں گئیں وہ الفتیں...؟ اب تو منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف اختلافی مسائل کی حد تک مقید کر دیا گیا ہے۔‘‘ [مقدمہ علمائے اہلِ حدیث کا ذوقِ تصوف:۱۳۰]

صلاح الدین یوسف غیر مقلد نے پروفیسر عبد اللہ بہاول پوری کے بارے میں لکھا: ’’وہ دیکھ دیکھ کر خون کے آنسو روتے تھے کہ اہلِ حدیث کی اہلحدیثیت اب صرف مساجد کی چار دیواری کے اندر محدود ہو کر رہ گئی ہے۔‘‘ [خطبات بہاول پوری:۱/۱۵]

پروفیسر عبد اللہ بہاول پوری غیر مقلد کہتے ہیں: ’’اللہ کی صرف مسجد میں چلے گی۔ آمین، رفع الیدین کرنے تک۔ اللہ کی مسجد میں چلتی ہے۔ باہر اللہ کی نہیں چلتی۔‘‘ [خطبات بہاول پوری:۱/۲۵۳]

پروفیسر صاحب ہی کہتے ہیں: ’’فرق ہے تو صرف دو چار چیزوں کا کہ وہ آمین، رفع الیدین نہیں کرتے، اہلِ حدیث رفع الیدین کر لیتے ہیں۔ یہ مزاروں پہ نہیں جاتے وہ دوسرے مزاروں پہ چلے جاتے ہیں۔‘‘ [خطبات بہاول پوری:۱/۱۷۲]

پروفیسر صاحب کی اعترافی عبارتیں پڑھتے جائیں: ’’میرے بھائیو! میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ہم مسلمان ہیں لیکن ہم نے اسلام کو چکھا تک نہیں۔‘‘ [خطبات بہاول پوری:۲/۱۳۳]

’’آج ہمارے پاس مصیبت یہ ہے کہ ہم نام کے اہلِ حدیث ہیں یا رفع الیدین یا آمین کے اہلِ حدیث ہیں۔ اس سے آگے بات بالکل ختم‘‘ [خطبات بہاول پوری:۳/۷۳]

’’نماز میں تو ہم پہچان لیتے ہیں کہ یہ اہلِ حدیث ہے لیکن دکان پر بیٹھے کبھی اہلِ حدیث نظر نہیں آتا، بیاہ شادی میں کبھی اہلِ حدیث نظر نہیں آتا، معاملات کاروبار میں کبھی اہلِ حدیث نظر نہیں آتا...اب ہم اہلِ حدیثوں کو نہیں دیکھتے۔ بوڑھا ہے، مرنے کے قریب ہے، اپنی آخرت کو برباد کرنے میں یہ تدبیریں کرتا ہے۔ یہ زندگی میں ہی زمین اپنے لڑکوں کے نام کرتا ہے تاکہ لڑکیاں محروم رہ جائیں، یہ اہلِ حدیث ہے!‘‘ [خطبات بہاول پوری:۳/۷۶]

’’اب ہمارا کیا حال ہے؟ اب ہم آمین، رفع الیدین مسجد کی حد تک، رسمی حد تک ہم مسلمان ہیں۔

باقی ہماری معیشت، ہماری معاشرت، ہماری سیاست سب کافرانہ ہے۔‘‘ [خطبات بہاول پوری: ۹۲/۳]

’’ہمیں اسلام کا کوئی پتہ نہیں۔ جب ہم نے اسلام کی درگت بنادی کہ اسلام کا کوئی پتہ نہیں...‘‘

[خطبات بہاول پوری: ۲۹۰/۳]

’’اہلِ حدیث ان کا کیا حال ہے؟ آمین اور رفع الیدین...اس کے علاوہ کچھ پتہ نہیں۔‘‘

[خطبات بہاول پوری: ۳۰۷/۳]

’’اہلِ حدیث کو [شیطان] دانہ کیا ڈالتا ہے رفع الیدین کرلیا کر باقی سب باتیں ٹھیک ہیں باقی اپنا کام کر جیسا تیرا دل چاہتا ہے۔ چنانچہ آمین اور رفع الیدین کرنے والا اہلِ حدیث لیکن دنیادار ایسا پکا کہ شاید انگریز بھی اتنا دنیادار نہ ہو۔ ہوگا اہلِ حدیث‘‘ [خطبات بہاول پوری: ۷۹/۴]

’’صرف رفع الیدین ہی یاد رکھی ہے آج کل اہلِ حدیث کی نشانی کیا ہے؟ رفع الیدین...اور بس ...قصہ ختم...آمین کہہ دی، رفع الیدین کرلیا۔ بس اہلِ حدیث اور باقی تالے توڑ جو مرضی کرتے رہے۔ سب ٹھیک چلتا رہتا ہے۔ پرواہ ہی کچھ نہیں۔‘‘ [خطبات بہاول پوری: ۱۶۵/۴]

’’ہم مسجد کی حد تک تو اہلِ حدیث ہیں، اس سے زیادہ نہیں۔ زندگی کے دوسرے معاملات میں یعنی سیاست میں ہمارا کیا حال ہے؟ الحاد ہو، کچھ بھی ہو، بالکل ٹھیک ہے، چلتے رہو۔‘‘

[خطبات بہاول پوری: ۲۳۸/۴]

’’اہلِ حدیث کا اسلام کیا ہے؟ آمین، رفع الیدین، تین چار باتیں، باقی سب ختم...چھٹی...‘‘

[خطبات بہاول پوری: ۲۴۳/۴]

’’ہم نے اسلام کو بالکل ہلکا سا، سطحی سا سمجھ کر قبول کیا ہے اور اس کا تعلق صرف مسجد سے ہے۔‘‘ [خطبات بہاول پوری: ۲۴۵/۴]

’’اہلِ حدیث آمین، رفع الیدین کے سوا جانتے کچھ بھی نہیں‘‘ [خطبات بہاول پوری: ۳۲۵/۴]

’’اہلِ حدیث صرف مسجد میں اہلِ حدیث ہے‘‘ [خطبات بہاول پوری: ۴۸۰/۴]

(ج)......قارئین کرام! آپ نے غیر مقلدین کا اعتراف پڑھ لیا ہے کہ اہلِ حدیث کا عمل محض چند اختلافی مسائل پر ہے جو اُن کے ہاں امتیازی شمار ہوتے ہیں۔ یہاں میں ایک مزید بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ غیر مقلدین اپنے ان امتیازی مسائل کو بھی ترک کردیا کرتے ہیں حالانکہ وہ انہیں رات و دن سنت کہتے کہتے نہیں تھکتے۔

ثناء اللہ مدنی غیر مقلد لکھتے ہیں:

’’والدین کی دلجوئی کے لیے ترک رفع الیدین کی گنجائش ہے ...ہمارے بعض اسلاف تبلیغی

مصلحت کے پیشِ نظر ترکِ رفع پر عامل تھے‘‘[الاعتصام مئی ۱۹۹۰ء:۹ بحوالہ حدیث اور اہلِ حدیث:۱۱۴]

یہاں یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ رفع یدین کے چھوڑنے پر غیر مقلد مفتی نے محض بعض اسلاف کا عمل پیش کیا ہے۔بعض اسلاف کی پیروی میں رفع یدین چھوڑ دینا غیر مقلدین کے ہاں اتباع کہلائے گا یا وہ اسے تقلید کا نام دیں گے؟

خواجہ عطاء الرحمٰن غیر مقلد لکھتے ہیں:’’مولانا خالد صاحب (گرجاکھی) نے بتایا ہے کہ والد صاحب (نورحسین گرجاکھی) نے ایک دن تہجد کی نماز میں اپنے استاد مولانا علاؤ دین صاحب کے ساتھ باجماعت ادا کی تو مولانا علاؤ دین صاحب کو تہجد میں رفع الیدین کر کے نماز پڑھتے دیکھا، حالانکہ مولانا دن کی نمازوں میں رفع الیدین نہ کرتے تھے۔میں نے پوچھا تو فرمانے لگے بیٹا یہ سنت سے ثابت ہے لیکن میں دن کو اس لیے نہیں کرتا تا کہ لوگ بدک نہ جائیں، کہنے لگے ایک دن میں اپنے استاد حضرت مولانا غلام رسولؒ صاحب قلعوی کے ساتھ اکیلا نماز پڑھ رہا تھا تو انہوں نے بھی رفع الیدین کیا۔میں نے پوچھا تو انہوں نے فرمایا بیٹا یہ سنت رسولؐ ہے۔ہم لوگ صرف اس لیے نہیں کرتے کہ لوگ بدک نہ جائیں اور ہماری تبلیغ میں رکاوٹ نہ ہو۔‘‘[سوانح مولانا نورحسین گرجاکھی:۱۲ بحوالہ حدیث اور اہلِ حدیث:۱۱۴]

غیر مقلدین کے ہاں’’امیر المجاہدین‘‘ کا لقب پانے والے فضل الٰہی وزیر آبادی ایک عرصہ تک اپنی مسلکی سنتوں/اپنے امتیازی مسائل کے تارک رہے اور انہوں نے اس کا خود ہی اعتراف و اعلان کیا۔وہ کہتے ہیں:

’’میں نے ریفرنڈم جیتنے اور شمالی سرحدی صوبہ کو پاکستان میں شامل کرنے کی غرض سے رفع العیدین، سینے پر ہاتھ باندھنے، آمین اونچی کہنا چھوڑ دیا۔میرے متعلق کہا گیا کہ امام کی اقتداء میں فضل الٰہی کا اگر مُنہ ہلتا ہے تو یہ سورۃ فاتحہ پڑھتا ہوگا اور یہ پکا وہابی ہے لہٰذا میں نے کچھ عرصہ کے لیے فاتحہ خلف الامام بھی چھوڑ دی۔‘‘[علمائے دیوبند اور انگریز صفحہ ۱۵۳ بحوالہ توضیح الکلام پر ایک نظر صفحہ ۱۴]

عنایت اللہ اثری غیر مقلد لکھتے ہیں:’’مولوی عبدالوہاب نے مجھ سے فرمایا کہ مولوی عبدالحکیم نصیر آبادی جب فلاں جگہ جاتے ہیں تو وہاں کے احناف کی خاطر رفع الیدین چھوڑ دیتے ہیں۔‘‘

[الجسر البلیغ:۲۳ مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد دوم]

قاضی عبدالاحد خان پوری غیر مقلد کے حالات میں لکھا ہے:’’احناف کی مساجد میں وہ آمین بالجہر اور رفع یدین بھی نہ کرتے تھے کیونکہ اصل مقصد آپ کے سامنے توحید تھا۔ایک دفعہ ایک طالب علم خان پور سے آیا۔آپ نے اس سے کہا کہ اس مسجد میں آمین بالجہر نہ کہنا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین بالجہر اور رفع یدین کی وجہ سے ہجرت نہیں کی تھی بلکہ توحید کی خاطر کی تھی۔‘‘[تذکرہ علمائے خان پور:۳۸]

مذکورہ عبارت محمد اسحاق بھٹی غیر مقلد کی کتاب ’’چمنستان حدیث: ۲۱۸‘‘ میں بھی منقول ہے۔ بھٹی صاحب نے اس کی تردید نہیں کی۔ علی زئی صاحب کا اصول ہے کہ کوئی مصنف کسی عبارت کو نقل کر کے اس کی تردید نہ کرے تو اس کی طرف سے موافقت ہوا کرتی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

’’حافظ ابن حجر نے حافظ ابن حزم کی مخالفت نہیں کی لہذا یہ اُن کی طرف سے ابن حزم کی موافقت ہے۔‘‘ [علمی مقالات: ۱۳۰/۶] مزید دیکھئے علمی مقالات: ۱۵۲/۴، ۱۷۵۔

[د]......غیر مقلدین کے ہاں سنت کی کیا اہمیت ہے؟ مزید چند حوالے ملاحظہ ہوں۔

نواب صدیق حسن خان غیر مقلد لکھتے ہیں: ’’ وَالسُّنَّةُ اَنْ تَكُوْنَ السُّوْرَةُ بَعْدَ الْفَاتِحَةِ وَ بَعْدَ آمِيْنٍ وَيَقْرَأُ عَلٰى تَرْتِيْبِ الْمَصْحَفِ وَلَوْ خَالَفَ جَازَ وَصَحَّ بِلَا كَرَاهَةٍ ‘‘اور سنت یہ ہے کہ سورۃ، فاتحہ اور آمین کے بعد ہو (اور باقی سورتوں میں بھی) قرآن کی ترتیب کے مطابق پڑھے۔ اگر ترتیب کے خلاف پڑھا تو بھی جائز اور بلا کراہت صحیح ہے۔ [نزل الابرار: ۸۳ بحوالہ حدیث اور اہلِ حدیث: ۱۱۷]

نواب صاحب اپنے غیر مقلدین کے بارے میں لکھتے ہیں: ’’یہ حدیث پر عمل کرنے کی بجائے زبانی جمع خرچ پر اور سنت کی اتباع کے بجائے شیطانی تسویلات پر اکتفا کرتے ہیں اور پھر اس کے عین دین ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔‘‘ [الحطہ: ۱۵۳ بحوالہ حدیث اور اہلِ حدیث: ۱۱۷]

وحید الزمان غیر مقلد لکھتے ہیں: ’’سنت کے ترک کو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خلاف کرنا نہیں کہہ سکتے‘‘ [تیسیر الباری: ۴۸۰/۱ طبع تاج کمپنی]

کسی نے سوال کیا: ’’کوئی شخص فرض نماز ادا کرے اور سنتِ مؤکدہ یا غیر مؤکدہ ترک کر دے تو خدا کے پاس اس ترکِ سنت کا مؤاخذہ ہوگا؟‘‘

علی زئی کے دادا استاد ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد نے اس سوال کا یوں جواب دیا: ’’ترکِ سنن سے رفع درجات میں کمی رہتی ہے مؤاخذہ نہیں ہوگا ان شاء اللہ‘‘ [فتاویٰ ثنائیہ: ۶۲۷/۱]

غیر مقلدین کے فتاویٰ میں لکھا ہے: ’’مسنون طریقہ یہی ہے کہ قبلہ کی طرف منہ شمال کی جانب سر ہو، جنوب کی جانب پیر ہوں جس طرح مردہ کو قبر میں لٹایا جاتا ہے۔ اگر اس کے خلاف لیٹے گا تو مسنون نہیں جائز ہے۔‘‘ [فتاویٰ ستاریہ: ۱۳۰/۱]

کسی شخص نے غرباء اہلِ حدیث کے امام اور مفتی / عبد الستار سے سوال کیا:

’’سنا ہے کہ آپ اور آپ کے طلباء نماز کی سنتوں کو ضروری نہ سمجھ کر نہیں پڑھتے کیا یہ صحیح ہے اور کیا حقیقتاً سنتیں نہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں‘‘

عبد الستار نے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھا:

’’میں یا میرے طلباء سنتوں کو سنت سمجھ کر پڑھتے ہیں فرض یا واجب نہیں جانتے۔کوئی شخص کسی وجہ سے سنتیں نہ پڑھے تو ثواب سے محروم ہوگا، کافر یا گنہگار نہ ہوگا۔‘‘ [فتاویٰ ستاریہ:۴/۴۵]

ایک اور سوال پھر غیر مقلد کا جواب ملاحظہ ہو:

’’سوال(۴) نبی علیہ السلام نے فجر کی سنتیں کبھی ترک کی ہیں؟ نوافل وسنت کے ترک پر گناہ تو نہیں؟‘‘

’’جواب(۴) نوافل وسننِ صلوٰۃ کے ترک پر گناہ نہیں‘‘ [فتاویٰ ستاریہ:۴/۴۵]

حکیم میاں عبدالرحمٰن عثمانی غیر مقلد نے فرض نماز کے بعد اجتماعی دعاء کے منکر غیر مقلدین کو مخاطب کر کے کہا:

’’آپ کے دینی مدارس کے ۹۰/فیصد طلباء سنتیں اور نوافل ترک کر چکے ہیں اور بہت سی جگہوں پر تو امام صاحبان کو بھی تسبیحات واذکار اور سنن ونوافل کا تارک وغافل پایا ہے۔‘‘ [فرض کے بعد دعا کی اہمیت:۳۹]

۵۱۵

اگر ’’سنت سے مراد حدیث ہے‘‘ تو بھی غیر مقلدین کے لیے چھٹکارا نہیں کیونکہ وہ اپنے علماء کے اعتراف واقرار کے مطابق سنتوں سے اعراض کی طرح حدیثوں کی بھی بے دھڑک مخالفت کیا کرتے ہیں۔

وحید الزمان صاحب اپنے غیر مقلدین کے بارے میں لکھتے ہیں:

’’حدیث شریف میں جو تفسیر آ چکی ہے اس کو بھی نہیں سنتے۔‘‘ [لغات الحدیث:۲/۹۱،ش]

عبدالجبار غزنوی غیر مقلد لکھتے ہیں: ’’ہمارے زمانے میں ایک فرقہ نیا کھڑا ہوا ہے جو اتباع حدیث کا دعویٰ رکھتا ہے اور درحقیقت وہ لوگ اتباع حدیث سے کنارے ہیں‘‘ [فتاویٰ علمائے حدیث:۷/۸۰]

عبدالعزیز غیر مقلد [سیکرٹری جمعیت اہلِ حدیث ہند] لکھتے ہیں: ’’ایک ٹولی مولوی ثناء اللہ صاحب کے وجود مبارک سے ایسی پیدا ہوگئی جس نے تہیہ کر لیا ہے کہ...ابو مسلم معتزلی اور اس کے بھائیوں کی تاویلات کو قرآن وحدیث میں رائج کر دیا جائے۔‘‘ [فتنہ ثنائیہ:۳مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول]

عبداللہ روپڑی غیر مقلد نے ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد کی تردید کرتے ہوئے لکھا: ’’کس قدر بے باکی ہے۔حدیث نبوی کی مخالفت کی جاتی ہے اور نام رکھا جاتا ہے ’’اہلِ حدیث‘‘ بلکہ ’’سردار اہلِ حدیث‘‘ [مظالم روپڑی:۲۰مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول]

حدیث میں ہے کہ میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی۔ [مستدرک حاکم]

چونکہ امت گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی، اس لیے جس کسی مسئلہ پر امت کا اجماع ہو وہ معتبر ہوگا۔علی زئی صاحب کو اعتراف ہے کہ اس حدیث سے اجماع کا حجت ہونا ثابت ہوتا ہے۔ [علمی مقالات:۵/۸۰]

لیکن غیر مقلد مصنفین اجماع کی حجیت کے منکر ہیں، حوالہ جات ہماری اسی کتاب میں پیچھے متعدد مقامات پر گزر چکے ہیں۔

بخاری میں حدیثیں ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کے رنگ کی تبدیلی کو اونٹوں کے رنگ کی تبدیلی پر اور اللہ کے حق کی ادائیگی کے ضروری ہونے کو بندوں کے حق کی ادائیگی کے ضروری ہونے پر قیاس کیا۔[بخاری:۱۰۸۸/۲]

وحید الزمان غیر مقلد نے ان حدیثوں کی تشریح میں لکھا:

''باب کی دونوں حدیثوں سے قیاس کا جواز نکلتا ہے''[تیسیر الباری:۳۳۹/۹ تاج کمپنی]

لیکن غیر مقلدین قیاس کا جواز نہیں مانتے جیسا کہ ہم پچھلے صفحات میں باحوالہ نقل کر آئے ہیں۔

علی زئی کے زیر ادارت نکلنے والے رسالہ ''الحدیث'' میں لکھا ہے:

''ظاہری مذہب یہ ہے کہ قیاس وتقلید وغیرہ کو رد کر کے فقط قرآن وحدیث کے ظاہر پر عمل کیا جائے اور تاویل سے بچا جائے یہی اہلِ حدیث کا مذہب ہے''[مقالات الحدیث:۳۶۵]

حاشیہ:۵۱۳ میں حوالہ مذکور ہو چکا کہ الحدیث کے مضمون سے علی زئی اور ندیم ظہیر کا اتفاق ضروری ہوتا ہے۔

تنبیہ: علی زئی کی عبارتیں ہم پیچھے نقل کر چکے ہیں کہ ان کے ہم مذہب علماء مثلاً البانی اور عبد الرزاق دَل وغیرہما صحیح حدیثوں پر ضُعف کی چھاپ لگا کر رَد کر دیا کرتے ہیں۔ غیر مقلدین کی طرف سے مخالفتِ حدیث کے مزید کچھ حوالے آئندہ حواشی میں بھی ہم نقل کریں گے ان شاء اللہ۔

۵۱۶

''جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک حدیث کی سند صحیح ومتصل ثابت ہو جائے تو یہ سنت ہے۔''اس عبارت کے پیشِ نظر ہم پرکھتے ہیں کہ غیر مقلدین ثابت شدہ حدیث کو سنت مان کر عمل کرتے ہیں یا ثابت ہونے کے باوجود پہلوتہی کرتے ہیں؟

بخاری میں حدیث ہے:عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَ مَیْمُوْنَۃَ وَھُوَ مُحْرِمٌ ،ابن عباس سے روایت ہے کہ بلاشبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میمونہ سے نکاح کیا جب کہ آپ حالتِ احرام میں تھے۔[بخاری:۲۴۸/۱ باب تزویج المحرم]

یہی حدیث بخاری:۷۶۶/۲ باب نکاح المحرم میں بھی ہے۔

چونکہ حالتِ احرام میں نکاح کرنا سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، اس لئے علی زئی صاحب کی منقولہ عبارت کے پیشِ نظر حالتِ حرام میں نکاح کرنا سنت ہونا چاہیے مگر افسوس کہ غیر مقلدین کے ہاں نہ صرف یہ کہ حالتِ احرام میں نکاح سنت نہیں بلکہ وہ اسے جائز بھی نہیں سمجھتے اُلٹا اسے جائز سمجھنے والوں پر اعتراض کیا کرتے ہیں ان اعتراض کرنے والوں میں خود علی زئی صاحب بھی شامل ہیں۔[علمی مقالات:۶۱۲/۲]

ترک رفع یدین کے بارے میں حدیثِ نبوی ہے۔سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والی نماز بتاؤں؟ پھر انہوں نے نماز پڑھی اور صرف پہلی مرتبہ رفع یدین کیا۔[نسائی:۱/۱۱۷...۱۲۰،ابوداود:۱/۱۰۹اور ترمذی:۱/۳۵وغیرھا]

ابن حزم ظاہری اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

”اِنَّ ھٰذَا الْخَبَرَ صَحِیْحٌ ، بلاشبہ یہ حدیث صحیح ہے“[المحلی:۴/۵۸]

ابن حزم کو عام لوگ ظاہری کہتے ہیں مگر غیر مقلدین انہیں اپنا ہم مذہب کہتے ہیں خود علی زئی نے انہیں ”غیر مقلد“ لکھا ہے۔[مقالات:۲/۲۴۵] دیکھئے ہماری اس کتاب کا حاشیہ:۱

ناصر الدین البانی غیر مقلد حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

”وَالْحَقُّ اَنَّہٗ حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ وَاِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ عَلٰی شَرْطِ مُسْلِمٍ وَلَمْ نَجِدْ لِمَنْ اَعَلَّہٗ حُجَّۃً یَّصْلَحُ التَّعَلُّقُ بِھَا وَرُدَّ الْحَدِیْثُ مِنْ اَجَلِھَا“[تحقیق مشکوۃ المصابیح:۱/۲۵۴]اور حق بات یہی ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اس کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور جن لوگوں نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے ہمیں ان کی کوئی ایسی دلیل نہیں ملی جس سے استدلال درست ہو اور اس کی وجہ سے حدیث کو رد کیا جاسکے۔

احمد شاکر غیر مقلد اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:”ھٰذَا الْحَدِیْثُ صَحَّحَہٗ ابْنُ حَزْمٍ وَغَیْرُہٗ مِنَ الْحُفَّاظِ وَھُوَ حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ وَمَا قَالُوْہُ فِیْ تَعْلِیْلِہٖ لَیْسَ بِعِلَّۃٍ“[شرح ترمذی :۲/۳۵] ترجمہ:اس حدیث کو ابن حزم وغیرہ حفاظ حدیث نے صحیح کہا اور واقعۃً یہ حدیث صحیح ہے اور لوگوں نے اس حدیث کو ضعیف بنانے کے لیے جو کچھ کہا وہ ضعف کی دلیل نہیں ہے۔

علی زئی صاحب کی زیر ادارت نکلنے والے رسالہ ”الحدیث“ میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ترک رفع یدین کی حدیث کے بارے میں لکھا ہے:”امام ابن حزم رحمہ اللہ، علامہ البانی رحمہ اللہ، علامہ احمد شاکر رحمہ اللہ نے اس کی تصحیح یا تحسین کی ہے۔“[مقالات الحدیث:۴۶۵]

علی زئی صاحب لکھتے ہیں:”شیخ احمد شاکر اور البانی وغیرھما کا صحیح قرار دینا“[توضیح الاحکام:۲/۸۱]

مذکورہ عبارتیں نقل کرنے کی غرض یہ بتانا مقصود ہے کہ علی زئی کو بھی معلوم تھا کہ ابن حزم، البانی اور احمد شاکر نے حدیث ابن مسعود رضی اللہ کو صحیح کہا ہے۔

محمد خلیل ہراس غیر مقلد اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں”ھُوَحَدِیْثٌ صَحِیْحٌ حَسَّنَہٗ التِّرْمِذِیُّ یہ حدیث صحیح ہے، ترمذی نے اسے حسن کہا ہے“[حاشیہ محلی ابن حزم]

شعیب ارناؤط غیر مقلد اور زہیر الشاویش غیر مقلد اِس حدیث کے متعلق کہتے ہیں:”یہ حدیث صحیح ہے اور جو بعض نے اس حدیث میں علتیں نکالی ہیں وہ کچھ نہیں۔“[شرح السنۃ ۳/۲۴ بحوالہ تسکین العینین:۲/۲۷]

عبدالمحسن العباد غیر مقلد اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

’’ وَاِسْنَادُ هٰذَا الْحَدِيْثِ مُسْتَقِيْمٌ ... فَيَكُوْنُ الْحَدِيْثُ حَسَنًا ‘‘اور اس حدیث کی سند صحیح ہے پس یہ حدیث حسن درجہ کی ہے۔[شرح ابی داود للعباد۱/۲۵۴ بحوالہ تسکین العینین:۲۷۴]

ابو عبدالرحمٰن محمد عبداللہ پنجابی غیر مقلد کہتے ہیں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ سے رفع یدین چھوڑنے کی روایت صحیح ہے محصلہ۔[عقیدہ محمدیہ:۲/۶۱۱ بحوالہ نورالصباح:۱/۴۹]

عقیل احمد بن حبیب اللہ غیر مقلد (فاضل جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ) اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

’’اس کی سند صحیح ہے۔اس حدیث کو ترمذی نے حسن اور ابن حزم نے صحیح کہا ہے...شیخ البانی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ثابت ہے اس کی سند میں کوئی کلام نہیں ہے۔‘‘[تخریج وتعلیق حدیث نماز:۲۳۱طبع سلفی دارالاشاعت دہلی]

غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین دہلوی کہتے ہیں:

’’علمائے حقانی پر پوشیدہ نہیں کہ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اُٹھتے وقت رفع یدین کرنے میں لڑنا جھگڑنا تعصب سے خالی نہیں ہے کیونکہ مختلف اوقات میں رفع یدین کرنا اور نہ کرنا دونوں ثابت ہیں اور دونوں طرح کے دلائل موجود ہیں‘‘[فتاویٰ نذیریہ:۱/۴۴۱]

آگے حدیث ابن مسعود پر بحث کرتے ہوئے لکھا:’’ابن حزم نے اس حدیث کو صحیح کہا اور ترمذی نے حسن۔قصہ مختصر رفع یدین کا ثبوت اور عدم ثبوت دونوں مروی ہیں۔‘‘[فتاویٰ نذیریہ:۱/۴۴۴]

یہ فتویٰ میاں صاحب کا تحریر کردہ ہے مگر اس پر محمد عبدالقادر اور محمد اسماعیل نامی دو شخصوں کے دستخط بھی ہیں۔

غرباء اہلِ حدیث کے’’امام‘‘ عبدالستار لکھتے ہیں:’’اہلِ حدیث کے نزدیک تو صحاح ستہ کی کل احادیث اپنے اپنے موقع پر قابل عمل ولائق تسلیم ہیں۔‘‘[فتاویٰ ستاریہ:۲/۵۷]

فتاویٰ ستاریہ کی مذکورہ عبارت علی زئی صاحب نے بھی نقل کی ہے۔[علمی مقالات:۲/۲۸۰]

ترک رفع یدین کی حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ صحاح ستہ میں سے نسائی،ابوداؤد اور ترمذی میں موجود ہے جب کہ ابوداود:۱/۱۰۹ میں ترک رفع یدین کی سیدنا براء ابن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث بھی ہے اور غرباء اہلِ حدیث کے امام عبدالستار کے نزدیک صحاح ستہ کی سب حدیثیں صحیح اور قابل عمل ہیں۔

رئیس محمد ندوی غیر مقلد سجدوں کے رفع یدین کے اثبات اور ترک کی احادیث میں تطبیق دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’یہ معلوم ہے کہ بعض صحابہ کی طرف منسوب روایات میں صراحت کے ساتھ کہا گیا ہے کہ بوقت تحریمہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع الیدین کرتے تھے مگر تحریمہ کے علاوہ نماز میں کہیں اور جگہ دوبارہ نہیں کرتے تھے۔ان روایات کے مختلف جوابات میں سے ایک جواب اہلِ علم نے یہ دیا ہے کہ بوقت رکوع رفع

الیدین فرض وواجب نہیں صرف مسنون وغیر مؤکدہ سنت جس کا کبھی کبھار ترک کر دینا بلا کراہت درست و جائز ہے اس لیے آپ ؑ فی الواقع کبھی کبھار بوقت رکوع رفع الیدین نہیں کرتے ہوں گے جسے دیکھنے والے نے سمجھ لیا کہ یہی آپ کا ہمیشہ والا معمول ہے اور آپ ہمیشہ رکوع کے وقت رفع الیدین کے بغیر نماز پڑھنے کا اہتمام کرتے اور معمول رکھتے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ بوقت رکوع رفع الیدین کی نفی والی روایات اور اثبات والی احادیث کے درمیان تطبیق کی یہ صورت سب سے زیادہ بہتر ہے جس کی بدولت نفی واثبات والی احادیث میں سے کسی کا ردوابطال لازم نہیں آتا اور دونوں قسم کی احادیث اپنی جگہ پر برقرار رہی ہیں۔بعینہ یہی موقف ہماری نظر میں تحریمہ ورکوع کے علاوہ نماز کے دوسرے مواقع پر رفع الیدین کے اثبات ونفی میں واردشدہ بظاہر مختلف ومتعارض احادیث کے سلسلے میں ہے اور یہی موقف ہماری نظر میں صحیح ودرست ہے جس کے ذریعہ اس سلسلے میں واردشدہ اثبات ونفی والی جملہ احادیث اپنی جگہ پر برقرار رہتی ہیں اور مردود وباطل و متروک نہیں قرار پاتیں۔'' [رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح طریقہ نماز:۳۵۴]

ندوی صاحب نے بالآخر تسلیم کر ہی لیا کہ رکوع کے رفع یدین کو چھوڑ دینا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ ہر حدیث اگر سنت ہے تو بتایئے ابن حزم ظاہری، البانی، احمد شاکر، خلیل ہراس، شعیب ارناؤط، زہیر الشاویش، عبدالمحسن العباد، عبداللہ پنجابی، عقیل احمد، میاں نذیر حسین دہلوی، محمد عبدالقادر، محمد اسماعیل اور رئیس محمد ندوی کے نزدیک رفع یدین کا چھوڑ دینا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔کیا انہوں نے اسے سنت سمجھ کر ترک رفع یدین پر عمل کیا اور اس سنت کو اپنا معمولِ زندگی بنایا؟

فائدہ: علی زئی صاحب کہتے ہیں جس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے رکوع والے رفع یدین کا ترک ثابت کرتے ہو تو پھر وتروں اور عیدین کی زائد تکبیروں والے رفع یدین کو بھی رخصت کر دو۔[نورالعینین وغیرہ]

اس کا جواب یہ ہے کہ محدثین اس حدیث کو رفع یدین عندالرکوع کا ترک بتانے کے لیے لائے ہیں یا اثباتِ رفع یدین عندالرکوع کے معارضہ میں اسے پیش کیا۔مثلاً امام نسائی رحمہ اللہ نے حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو رفع یدین عندالرکوع کے ترک اور رخصت والے باب میں درج کیا ہے۔

[سنن نسائی:۱/۱۱۷،۱۲۰]

میری معلومات کے مطابق محدثین نے حدیث ابن مسعود رضی اللہ کو عیدین کی زائد تکبیروں والے رفع یدین اور وتروں والے رفع یدین کی نفی کے لیے پیش نہیں کیا۔اور علی زئی وغیرہ آلِ غیر مقلدیت کو

اعتراف ہے کہ محدثین اپنی مروی حدیثوں کی مراد کو دوسروں کی بہ نسبت زیادہ جانتے ہیں۔

بہر حال فہمِ محدثین کے پیش نظر ہماری تحقیق میں حدیثِ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا تعلق عیدین کی زائد تکبیروں اور وتروں کے رفع یدین سے نہیں ہے مگر چونکہ علی زئی صاحب وغیرہ کو اصرار ہے کہ اس حدیث سے وتروں اور عیدین کا رفع یدین بھی متروک ثابت ہوتا ہے اس لیے انہیں چاہیے کہ جن غیر مقلدین نے اس حدیث ابن مسعود رضی اللہ کو صحیح تسلیم کیا ہے ان سے رکوع کا رفع یدین چھوڑنے کے ساتھ ساتھ وتروں اور عیدین کی زائد تکبیروں اور وتروں کے رفع یدین کا چھوڑنا بھی ثابت کریں تا کہ پتہ چلے کہ غیر مقلدین ثابت شدہ حدیث کو سنت سمجھ کر عمل پیرا ہوا کرتے ہیں۔مگر یاد رہے کہ ''مشکل بہت پڑے گی...۔''

۵۱۷

محمد اسماعیل سلفی غیر مقلد لکھتے ہیں: ''حضرت مولانا اشرف علی رحمہ اللہ کا احترام، ان کی علمی خدمات، ان کا تصوف میں اپنا مقام ہے۔'' [مقالات وفتاویٰ:۲۴۶]

عبدالرشید عراقی غیر مقلد ''اکابر کی شام زندگی'' کتاب کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس کتاب میں تصنیف وتالیف اور تربیت ورہنمائی کے حوالے سے نمایاں خدمات انجام دینے والے اکابر علمائے دیوبند کی حیات مستعار کے آخری لمحات میں کہے ہوئے الفاظ اور سفر آخرت کے مؤثر سبق آموز اور دلچسپ حالات وواقعات بیان کئے گئے ہیں اس کتاب میں جن علماء کرام کا تذکرہ کیا گیا ہے ان کی اجمالی فہرست درج ذیل ہے...مولانا اشرف علی تھانویؒ...'' [مطبوعات القاسم اکیڈیمی نمبر:۱۹۳]

عراقی صاحب دوسری جگہ لکھتے ہیں: ''دارالعلوم دیوبند نے ہر دَور میں بڑے قیمتی لعل وگوہر انسان پیدا کیے۔جن کی علمی، دینی اور سیاسی خدمات سے ایک دنیا پُر نور رہی، جہاں گئے اپنے اخلاص اور پُر جوش عمل سے چھا گئے۔مثلاً:....مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا محمد منظور نعمانی، مولانا محمد ادریس کاندھلوی....یہ تمام علماء کرام دارالعلوم دیوبند کے روشن ستارے تھے'' [مطبوعات القاسم اکیڈیمی نمبر:۲۴۹]

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا مقام غیر مقلدین کی زبانی بندہ نے اپنی کتاب ''غیر مقلدین کا علمائے دیوبند کو خراجِ تحسین'' میں نقل کر دیا ہے۔مزید حوالہ جات اس میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

۵۱۸

''قرآن وحدیث کے حکم پر چلنا'' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ قرآن وسنت پر چلنے کی تلقین کیا کرتے تھے۔والحمدللہ (جاری ہے)

☆......☆......☆......☆

ابوعبداللہ اوکاڑوی

مولانا نیاز احمد اوکاڑوی حفظہ اللہ کی چند مفید کتب کا تعارف

(۱)......غزوۂ ہند کی حدیثوں کا تحقیقی جائزہ:[قیمت:ایک سو روپے]

نبی کریم ﷺ نے بذات خود جس جنگ میں شرکت کی ہو اسے غزوہ کا نام دیا جاتا ہے۔لیکن رسول اللہ ﷺ کی زبان اقدس سے ایسے فرامین بھی جاری ہوئے جن میں آپ ﷺ نے اپنی زندگی کے بعد ہونے والی جنگوں اور معرکوں کو بھی غزوہ کا نام دیا،ان میں سے ایک غزوہ ہند سے متعلق نبوی پیشین گوئی ہے۔زیر تبصرہ کتاب میں مولانا نیاز احمد اوکاڑوی حفظہ اللہ نے غروہ ہند سے متعلق اسی نبوی پیشنگوئی کو موضوع بحث بنایا ہے۔بہت سے حضرات غزوۂ ہند سے متعلق احادیث کا تذکرہ تو کرتے ہیں لیکن حوالوں اور تحقیق سے اجتناب برتا جاتا ہے۔مصنف نے انتہائی عرق ریزی کے ساتھ بے شمار کتب مصادر کو کھنگالنے کے بعد موضوع سے متعلق احادیث کو جمع کیا،ہر ہر حدیث کی کئی کئی سندیں نقل کیں،ہر ہر حدیث کے راویوں کے بارے میں ائمہ محدثین کی آراء نقل کیں اور احادیث کا درجہ صحت وضعف معلوم کیا۔مزید برآں غزوۂ ہند کی حدیثوں پر غامدی گروپ اور غیر مقلد علماء کے اعتراضات کے مدلل تحقیقی اور علمی جوابات بھی دے دیئے ہیں۔کتاب کا ٹائٹل اور ورق بھی بہت عمدہ ہے۔

(۲)......ترجمہ،تحقیق وفوائد:کتاب الآثار (بروایت امام قاضی ابو یوسف ؒ)

صفحات:۱۷۹۲......قیمت:انیس سو(۱۹۰۰)روپے

کتاب الآثار احادیث صحیحہ کا وہ مجموعہ ہے جو سب سے پہلے فقہی ابواب پر ترتیب دے کر لکھا گیا،اس کے شرف کے لیے یہی کافی ہے کہ اس کے مصنف مجتہد عظیم،حافظ الحدیث،استاذ الفقہاء والمحدثین،سراج الامۃ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ ہیں۔امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اپنی اس تصنیف لطیف کو چالیس ہزار احادیث سے منتخب کر کے لکھا تھا۔اس کتاب کا موضوع چونکہ احکام فقہ ہیں،اس لیے اس میں زیادہ تر وہی احادیث ذکر کی گئی ہیں جن کا تعلق احکام سے ہے۔

کتاب الآثار اگرچہ بہت عرصہ پہلے سے ہی چھپ چکی ہے،مگر عربی زبان میں ہونے کی وجہ سے اردو دان طبقہ استفادے سے قاصر تھا۔اور اب مولانا نیاز احمد اوکاڑوی جو کہ فن اسماء الرجال میں منجھی ہوئی شخصیت ہیں۔زیر نظر کتاب انہی کے اردو ترجمہ،تخریج،تحقیق اور فوائد پر مشتمل ہے۔جس میں انہوں نے کتاب الآثار میں درج ہر حدیث واثر کا فن جرح وتعدیل کی روشنی میں جائزہ لیا ہے اور ان پر صحت وضعف کا

حکم بھی لگایا ہے۔ احادیث کی استنادی حالت کو جانچنے کے لیے نہایت عمدہ تحریر ہے۔

نیز کتاب کے شروع میں ایک عظیم الشان مقدمہ بھی دیا گیا ہے جس میں کتاب الآ ثار کا تعارف، کتاب الآ ثار کی سند کی تحقیق، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ کی بابت ائمہ محدثین کے توثیقی اقوال اور فن جرح وتعدیل کے چند اہم اصول پیش کیے گئے ہیں۔ یہ کتاب ویسے تو تمام لوگوں کے لیے مفید ہے مگر جو علمی وتحقیقی ذوق رکھتے ہیں اُن کے لیے اس کتاب کا مطالعہ کرنا بہت ضروری ہے۔

(۳)......تسکین العینین فی ترک رفع الیدین: [صفحات: ۶۳۲...... قیمت: ۲۵۰]

یہ کتاب ''رفع یدین چھوڑنے'' کے موضوع پر ہے جو کہ مولانا نیاز احمد کی تحقیق وکاوش ہے، مصنف کی جہد مسلسل ومحنت شاقہ ہر صفحہ میں واضح جھلکتی ہے۔ رفع یدین چھوڑنے کے عنوان پر اردو زبان میں اس معیار کی مضبوط علمی تحقیقی اور فنی کتاب بندہ کی نظر سے نہیں گزری۔ مشہور مصنف حضرت پیر جی سید مشتاق علی شاہ دامت برکاتہم العالیہ نے لکھا ہے کہ:

''مولانا نیاز احمد اوکاڑوی مدظلہ نے بے حد محنت اور لگن سے یہ کتاب لکھی ہے۔ امام اہل سنت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ اور حافظ حبیب اللہ ڈیروی رحمہ اللہ کے بعد اسماء الرجال، اصول حدیث اور دیگر علوم حدیث سے متعلقہ چیزیں اس کتاب میں دیکھنے کو ملی ہیں اس کتاب میں علمی تحقیقی اور فنی بحثیں پڑھ کر امام اہل سنت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

[**تسکین العینین: ص ۴۵**]

مشہور محقق حضرت مولانا مفتی رب نواز حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''اس کتاب میں تحقیق وتنقید اور وسعت مطالعہ کا اس قدر ثبوت ہے کہ پڑھنے والا یہی خیال کرے گا کہ مصنف کوئی ادھیڑ عمر معمر بزرگ ہوگا جس کا تیس وچالیس سالہ تدریسی مشغلہ رہا ہوگا جب کہ حقیقت یہ ہے کہ مولانا صاحب بالکل نوعمر ہیں ابھی شادی بھی نہیں ہوئی۔''

کتاب کی جن خوبیوں پر بندہ مطلع ہوا ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱- مسئلہ ترک رفع یدین پر احادیث، آثار صحابہؓ وتابعینؒ کو بحوالہ نقل کیا ہے۔

۲- احادیث وآثار کی تخریج فرمائی، ایک ایک حدیث واثر پر تخریج کرتے ہوئے متعدد ماخذ کو ذکر کرتے ہیں ان ماخذ کتب کے حوالہ جات کئی کئی سطروں پر سجے نظر آتے ہیں۔

۳- احادیث وآثار کی سند پر بحث کرتے ہوئے رواۃ کی توثیق کو محدثین کے اصولوں سے بیان کیا ہے۔

۴- احادیث وآثار کی سندوں پر مخالفین حضرات کے جو اعتراضات تھے ان کا دندان شکن جواب دیا ہے۔

۵-احادیث وآثار میں سے کسی حدیث واثر کے متن پر مخالفین کا کوئی اعتراض تھا تو اس کا بھی جواب دیا ہے۔

۶-احادیث وآثار کو ضعیف قرار دینے کے لیے مخالفین نے جن محدثین کو اپنا ہم نوا گردانا ہے محدثین کی طرف منسوب ان حوالوں کی حقیقت واضح کی ہے۔

۷-جگہ جگہ اپنی بات کی صداقت پر مخالفین کے بہت سے حوالہ جات پیش کیے ہیں۔

۸-کچھ غیر مقلدین ایسے بھی ہیں جنہوں نے ترک رفع یدین کی مخالفت میں اپنے مسلمات کا انکار کیا ہے مولانا صاحب نے ایسے مقامات کی نشاندہی کی اور دوسرے غیر مقلدین کے حوالہ جات سے منکرین کو لا جواب کیا ہے۔

۹-دور حاضر میں غیر مقلد مناظرین عموماً زبیر علی زئی صاحب کی کتاب ''نور العینین'' کو مطالعہ میں رکھتے ہیں مولانا صاحب نے اپنی اس کتاب میں علی زئی اعتراضات کے تسلی بخش جواب دے دیئے ہیں۔

غیر مقلدین کے رسالوں میں متعدد مرتبہ پڑھنے میں آیا کہ نور العینین کتاب کا جواب اب تک نہیں آیا۔ ان کے عوام تو کہہ رہے تھے کہ اس کا جواب دیوبندیوں کے بس میں نہیں ہے۔

غیر مقلدین جس کتاب کو ''لاجواب'' کہہ رہے ہیں اس کا جواب اتنا آسان ہے کہ علمائے دیوبند کے ایک نوجوان نے دے دیا۔

۱۰-زبیر علی زئی صاحب تو پاکستانی غیر مقلد ہیں، رئیس ندوی صاحب غیر مقلد انڈیا کے ہیں۔ مولانا صاحب نے دونوں کے اعتراضات کو سامنے رکھا اور پھر مسلمہ اصولوں سے ان کا جواب دیا۔ گویا یہ کتاب انڈیا اور پاکستان میں کئے گئے موضوع سے متعلقہ سب اعتراضات کا جواب ہے۔ (الحمدللہ)

۱۱-مولانا صاحب نے مرکزی طور پر رئیس ندوی اور زبیر علی زئی کے اعتراضات کو سامنے رکھا ہے مگر ساتھ ساتھ دوسرے غیر مقلدین کے جو اعتراضات سامنے آئے ان کا جواب بھی دے دیا ہے۔

۱۲-کتاب میں زیادہ تر ندوی صاحب اور علی زئی صاحب کے اعتراضات کا جواب ہے اس لئے ان دونوں کی تضاد بیانیوں اور اغلاط کو واضح کیا ہے۔

۱۳-ندوی اور علی زئی صاحبان کے علاوہ دوسرے غیر مقلدین کی بھی تضاد بیانیوں، غلطیوں، جہالتوں اور چیرہ دستیوں کو طشت از بام کیا ہے۔

۱۴-مولانا صاحب نوجوان بھی ہیں اور متاخر بھی۔ اس لئے اکابر کے علوم سے استفادہ کر کے ان کی تحقیقات کو بھی کتاب کا حصہ بنایا ہے۔

۱۵-مولانا صاحب کی کتاب چونکہ اس موضوع کی اَب تک کی کتابوں میں سب سے آخر میں آ رہی ہے،

اس لیے اس میں غیر مقلدین کے قدیم اور جدید جتنے اعتراض سامنے آسکے سب کا جواب دیا۔یعنی غیر مقلدین کے جدید اعتراضات کا جواب خاص کر اسی کتاب میں ہے۔

۱۶-اکابر کے علوم کا اصاغر مقابل نہیں کرسکتے،البتہ پچھلے ادوار میں بہت سی قلمی کتابیں دنیا کی مختلف لائبریریوں میں تھیں جن تک دسترس مشکل تھی اب وہ کتابیں شائع ہوکر منظر عام پر آگئی ہیں اس لیے وہ کتابیں مولانا صاحب کے مطالعہ میں آئی ہیں،ان کے حوالہ جات بھی کتاب میں شامل کردیئے ہیں۔

۱۷-دنیا بھر کی بہت سی کتب ایسی تھیں جو شائع تو ہوچکی تھیں مگر ان سب کو پاکستان میں خرید کر لانا مشکل تھا،البتہ وہ کتابیں بلکہ پورے پورے مکتبے سی ڈیز اور کمپیوٹر میں محفوظ ہیں،جب کہ زمانہ سابق میں کمپیوٹر سے مطالعہ کرنے کی سہولت نہیں تھی مولانا صاحب نے کمپیوٹر سے بھی مدد لی ہے،اس لئے انہیں معلومات کا وافر ذخیرہ کمپیوٹر سے ملا ہے جسے انہوں نے اپنی کتاب میں شامل فرمادیا ہے۔

۱۸-خلافیات بیہقی میں ترک رفع یدین کی حدیث موجود ہے،مگر یہ کتاب دستیاب نہ تھی دوسری کتب کے حوالہ سے حدیث بیان کی جاتی رہی۔غیر مقلدین نے اس حدیث پر جو اعتراضات کیے،ان کا جواب اصل کتاب کو دیکھنے کے بعد ہوسکتا تھا۔مولانا صاحب نے مولانا عبدالغفار ذہبی صاحب حفظہ اللہ کے واسطہ سے خلافیات بیہقی کے قلمی نسخے کا عکس بیرون ملک سے منگوایا اور پھر غیر مقلدین کے اعتراض کا جواب دیا۔قلمی نسخے کا عکس آنے سے پتہ چلا کہ غیر مقلدین کے اعتراض میں کوئی وزن نہیں۔

خلافیات بیہقی والی حدیث پر اچھی بحث بھی اس کتاب کا خاصہ ہے۔

۱۹-اخبار الفقہاء والمحدثین میں حدیث ہے جس کا مفہوم ہے کہ مکہ میں نماز کی ابتداء اور درمیان میں رفع یدین تھا اور مدینہ میں ابتداء والا رفع یدین باقی رہا اور درمیان والا چھوڑ دیا۔

اس حدیث پر غیر مقلدین کے جو اعتراضات تھے علمائے دیوبند نے ان کے جوابات اپنے شاگردوں کو پڑھائے تھے اور کاغذات پر لکھ کر اس کی کاپیاں طلباء کو دی ہوئی تھیں،مگر باقاعدہ کتاب میں ان کو شائع نہ کیا جاسکا۔مولانا صاحب نے ان سب اعتراضات کا جواب کتاب میں شامل کیا اور ساتھ ہی اپنی طرف سے بحث بھی کی ہے۔

حاصل یہ ہے کہ اخبار الفقہاء والمحدثین والی حدیث پر تسلی بخش بحث بھی اس کتاب کی خوبی ہے۔

۲۰-اس کتاب میں اکثر رئیس ندوی غیر مقلد اور زبیر علی زئی غیر مقلد کی تحریروں کا جواب ہے اور یہ دونوں غیر مقلد اپنی گفتگو اور لہجے میں بڑی شدت رکھتے تھے مگر مولانا صاحب نے ان جیسا شدت آمیز لہجہ اختیار کرنے سے پرہیز کیا۔پھر بھی کہیں کوئی لہجے کی سختی سامنے آئے تو اسے ردعمل پر محمول کرنا۔

[تسکین العینین:ص۳۵/تا۳۸]

(۴)......ترجمہ وتخریج: کتاب الخراج (از: امام قاضی ابو یوسفؒ)[صفحات:۶۲۴]

زیر تبصرہ کتاب اپنے وقت میں دنیا کی سب سے بڑی مملکت یعنی خلافت عباسیہ کے قاضی القضاۃ (چیف جسٹس)، امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے سب سے زیادہ عزیز اور معتمد اور محبوب شاگرد، مجتہد مستقل، فقہ حنفی کے امام عالی مقام، قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم بن حبیب انصاری (م:۱۸۲ھ) کی اسلام کے مالیاتی نظام پر مشہور و معروف کتاب ''کتاب الخراج'' کا اردو ترجمہ اور مختصر تخریج ہے۔ یہ کتاب اسلامی معاشیات کے طلباء، ماہرین قانون اور اسلامی قانون کا غیر جانب دارانہ مطالعہ کرنے والے اردو دان حضرات کے لیے انتہائی مفید ہے۔

(۵)......ترجمہ، تحقیق وفوائد: حیات انبیاء (از: امام ابو بکر بیہقی رحمہ اللہ)[صفحات:۲۱۴]

اہل السنۃ والجماعۃ کا متفقہ عقیدہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ اہل السنۃ والجماعۃ کے اس متفقہ عقیدہ کے اثبات میں محدث جلیل امام بیہقی رحمہ اللہ نے ایک مستقل کتاب ''حیاۃ الانبیاء'' لکھی جس سے ہر زمانہ میں علماء امت استفادہ کرتے آئے ہیں۔ ماضی قریب میں چونکہ حیات انبیاء کے منکرین پیدا ہو گئے ہیں اس لیے اس کتاب کے ترجمہ وتخریج کی ضرورت بڑھ گئی ہے۔ مولانا نیاز احمد اوکاڑوی حفظہ اللہ نے وقت کی ضرورت کے پیش نظر اس اہم کتاب کا ترجمہ کیا، تخریج کی، ہر ہر حدیث کی کئی کئی سندیں درج کیں، ہر ہر حدیث اور اس کے راویوں کے بارے میں ائمہ محدثین کی آراء نقل کیں اور احادیث پر فن جرح وتعدیل کی روشنی میں صحت وضعف کا حکم لگایا، فوائد لکھے اور منکرینِ حیات انبیاء کی طرف سے اٹھائے جانے والے اعتراضات کے تسلی بخش جوابات دیئے ہیں۔ احادیث کی استنادی حالت کو جانچنے کے لیے نہایت عمدہ اور معتدل تحریر ہے۔

(۶)......دینی امور پر اجرت کا تحقیقی جائزہ:[صفحات: ایک سو بیاسی (۱۸۲)]

دور حاضر میں ایک اہم ترین مسئلہ بہت اہمیت اختیار کر گیا ہے کہ آیا قرآن وسنت کی تعلیم دینے پر حاصل کیا جانیوالا وظیفہ کس نوعیت سے تعلق رکھتا ہے؟ آیا کہ ایک معلم شریعت کے لیے اس کا لینا جواز رکھتا ہے یا نہیں؟ جدید دور کے ایک نوزائیدہ گروہ کے نزدیک دینی امور مثلاً امامت، قرآن پڑھانے وغیرہ پر اجرت لینا شرعی تعلیمات کے خلاف اور حرام ہے۔ ان کی طرف سے اس سلسلے میں ذہن سازی کے لیے مفت اردو لٹریچر تقسیم کیا جا رہا ہے۔ فاضل مصنف نے ان کے اس دعویٰ کے بطلان پر کتاب وسنت کی روشنی میں دلائل پیش کئے ہیں اور اس گروہ کی طرف سے پیش کئے جانے والے اعتراضات کے بھرپور جوابات دیے ہیں۔

تمام کتب کے لیے رابطہ: الاعتدال اکیڈمی: ۰۳۳۱_۹۱۴۴۲۱۲

وفیات

دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث وصدر مدرس، فقیہ جلیل حضرت مولانا سعید احمد پالن پوری رحمہ اللہ

سلطان العلماء وکیل صحابہ واہل بیت حضرت مولانا ڈاکٹر علامہ خالد محمود رحمہ اللہ [مانچسٹر برطانیہ]

بانی نصرۃ العلوم محدث کبیر، مفسر قرآن مولانا عبدالحمید خان سواتی رحمہ اللہ کی اہلیہ محترمہ رحمہا اللہ

جامعہ اسلامیہ پنڈی کے شیخ الحدیث مولانا عبدالرؤف رحمہ اللہ [امیر: مجلس ختم نبوت اسلام آباد]

معروف حنفی عالم، محقق ومصنف محقق مولانا عبدالقیوم گلگتی رحمہ اللہ [مکہ مکرمہ]

جامعہ بنوریہ کراچی کے بانی ومدیر شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد نعیم رحمہ اللہ

حضرت حکیم اختر رحمہ اللہ کے تین خلفاء: حضرت ڈاکٹر عبدالمقیم، مولانا نعیم اختر، صوفی ناصر رحمہم اللہ

مسجد عثمانیہ [بلال گنج لاہور] کے خطیب مجاہد اہل سنت مولانا عبداللہ قاسمی رحمہ اللہ

جمعیۃ علماء برطانیہ کے مرکزی راہ نما قاری تصور الحق مدنی رحمہ اللہ

دارالعلوم مدنیہ [بہاول پور] کے پہلے فاضل مولانا عبدالعزیز رحمہ اللہ

جامعہ حنفیہ جہلم کے قدیم استاذ حضرت قاری عتیق الرحمٰن رحمہ اللہ

معروف خطیب مولانا عبیدالرحمٰن ضیاء رحمہ اللہ [کمالیہ]

جامعہ بنوری ٹاؤن کے فاضل اور قدیم استاذ مولانا قاری نسیم الدین رحمہ اللہ [کراچی]

امام اہل سنت ؒ کے خادم، صاحبزادہ مولانا راشد کے دیرینہ رفیق قاری منور عابد رحمہ اللہ [گکھڑ]

مولانا عبداللہ بہلوی رحمہ اللہ کے فرزند وجانشین مولانا خواجہ عزیز احمد بہلوی رحمہ اللہ [شجاع آباد]

جامعہ نظامیہ بہاول پور کے بانی ومہتمم مولانا شمس الدین انصاری رحمہ اللہ

علامہ قریشی، علامہ تونسوی، علامہ خالد محمود رحمہم اللہ کے تلمیذ مولانا مفتی محمد احمد رحمہ اللہ [مظفر گڑھ]

جامعہ ربانیہ پھلور [ٹوبہ ٹیک سنگھ] کے مہتمم مولانا قاری محمد انور رحمہ اللہ

قاری محمد ادریس آصف کے استاذ حضرت قاری محمد لطیف رحمہ اللہ [لیہ]

تلمیذ حضرت بنوری ؒ مولانا ہارون عباس عمر رحمہ اللہ [جنوبی افریقہ]

دارالعلوم کراچی کے قدیم استاذ حکیم عزیز الرحمٰن دہلوی رحمہ اللہ

حضرت مولانا عبدالکریم [بیرشریف] کے خلیفہ مولانا عبدالہادی رحمہ اللہ [خانقاہ حمادیہ، کوئٹہ]

مولانا غلام اللہ خان [مہتمم: مدرسہ تبلیغ القرآن والسنہ لاہور] کے والد مولانا صبغت اللہ رحمہ اللہ

جامعہ اشرفیہ مانکوٹ [کبیروالا] کے استاذ مولانا محمد اسماعیل انور رحمہ اللہ

مولانا ریاض خان سواتی [ناظم: نصرۃ العلوم] کے رفیق وحبیب مولانا عبدالمہیمن قریشی رحمہ اللہ

مولانا ظفر فیاض [مدرس: جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ] کے تایا محترم حاجی عبدالحمید رحمہ اللہ

کراچی جہاز حادثہ میں شہید ہونے والے مسلمان رحمہم اللہ

خواجہ محمد اسلام رحمہ اللہ

جناب بشیر احمد چیمہ [گکھڑ] کے بھائی تنویر احمد چیمہ رحمہ اللہ

مولانا تنویر شریفی [کراچی] کے بھائی ضمیر احمد رحمہ اللہ

جامعہ قاسمیہ [لاہور] کے سابق استاذ مولانا عمر ابراہیم کے والد گرامی رحمہ اللہ

مولانا شمس الحق شہاب زئی [کراچی] کے بھائی ضیاء الحق رحمہ اللہ

شیخ الحدیث مولانا محمد نواز سیال [ملتان] کی صاحبزادی رحمہا اللہ

محترم جناب کامران میمن صاحب [حیدرآباد] کے تایا محترم رحمہ اللہ

جامعہ مظہریہ حسینیہ [جہان، سندھ] کے ناظم مالیات محمد ایوب جونیجو کی بھابھی محترمہ رحمہا اللہ

مولانا عبدالواحد [بانی: جامعہ حمادیہ، کراچی] کے بھائی حکیم عبدالعلی رحمہ اللہ

دارالعلوم کراچی کے سابق مدرس وناظم مولانا شمس الحق رحمہ اللہ کی اہلیہ محترمہ رحمہا اللہ

جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن [کراچی] کے ناظم مولانا امداداللہ کے ہمشیر رحمہا اللہ

فاضل جامعہ مفتاح العلوم سرگودہا مولانا عاطف عمران [گوجرانوالہ] کے والد گرامی رحمہ اللہ

ملک فاروق صاحب [گکھڑ] کی بارہ سالہ بیٹی رحمہا اللہ

دارالعلوم مدنیہ بہاول پور کے استاذ ومعاون مفتی مولانا مفتی یوسف کے والد گرامی رحمہ اللہ

محترم جناب منور صاحب [کراچی] کے والد واحد بخش رحمہ اللہ

مدرسہ اہل سنت حیات النبی [ٹمن، تلہ گنگ] کے مدرس وناظم مولانا منیر احمد کی دادی رحمہا اللہ

محترم محمد معاذ ہاشمی [چکوال] کے دادا محترم رحمہ اللہ

جامع مسجد شہزادہ یوسف [گجرات] کے خزانچی محترم جناب قیصر بٹ رحمہ اللہ

قارئین سے جملہ مرحومین کی مغفرت کے لیے دعا اور اُن کے لیے ایصال ثواب کی درخواست ہے۔

اعلان اشاعت خاص

بحر العلوم، سلطان العلماء، مفکر اسلام

حضرت مولانا علامہ خالد محمود رحمۃ اللہ علیہ

کی شخصیت وخدمات پر ''مجلّہ صفدر'' ایک ''**خاص نمبر**'' شائع کر رہا ہے، جس میں معاصرین، تلامذہ، متعلقین ومحبین اور عوام میں سے استفادہ کرنے والے حضرات کے تاثرات بھی شامل ہوں گے۔

جو حضرات اپنے مضامین و مقالات، تاثرات، تعزیتی پیغامات یا منظوم کلام ارسال فرمانا چاہیں، یکم اگست ۲۰۲۰ء تک درج ذیل پتے، ای میل یا واٹس ایپ نمبر پر ارسال فرمادیں۔

علاوہ ازیں اگر کسی صاحب کے پاس حضرت علامہ صاحب نور اللہ مرقدہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا مکتوب یا تحریر موجود ہو تو اسے بھی ارسال فرمانے کی گزارش ہے۔

جو حضرات اپنے تاثرات زبانی بتانا چاہیں، وہ اپنے نام، پتے اور مکمل تعارف کے ساتھ درج ذیل نمبر پر صوتی پیغام (وائس میسج) بھی ارسال فرما سکتے ہیں۔

اگر مضمون، مقالہ، مکتوب یا تاثرات کمپوز شدہ ہوں تو اُن کی ''اِن پیج'' فائل بھی ای میل یا واٹس ایپ فرمادیں تو نوازش اور اِدارے کے ساتھ دوہرا تعاون ہوگا۔

حمزہ احسانی، مجلّہ صفدر، مکان نمبر 4
گلی نمبر 82 محمود سٹریٹ، محلہ سردار پورہ، اچھرہ، لاہور
0312-4612774
hamza.ehsani44@gmail.com